Digitized by Khilafat Library Rabwah

ماہنامہ اردو

ریویو آف ریلیجنز
(قادیان)

یعنی

دُنیا کے مذاہب پر نظر

[illegible]

علی محمدؐ اجمیری

بابت ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۵۸ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۳۹ء

جلد ۳۸ عدد ۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اُردو) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۲ء میں حسب ذیل مقاصد کے پیش نظر جاری فرمایا تھا۔

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا۔

مخالفینِ اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت و تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے۔ اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے، تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائیگا۔

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرون ہند تین روپے۔ اور بیرون ہند ساڑھے تین روپے ہے۔ طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپے لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے۔ ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ داری دفتر پر نہ ہوگی۔

ترسیل زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہونی چاہیئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اردو ماہنامہ ہے، بوجہ علمی مجلہ ہونے کے اسکے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے۔ اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے۔ نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے۔

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	پانچ روپے	تیرہ روپے	چوبیس روپے	پینتالیس روپے
نصف صفحہ	تین روپے	آٹھ روپے	چودہ روپے	پچیس روپے
ربع صفحہ	دو روپے	پانچ روپے	نو روپے	پندرہ روپے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لا اله الا الله محمد رسول الله

هو الذی ارسل رسوله بالهدٰی و دین الحق لیظهره علی الدین کله

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز

(اُردو)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہلِ مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد ۳۸ | ۱۴ر جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۵۸ھ مطابق یکم اگست سنہ ۱۹۳۹ء | نمبر ۶

فہرست مضامین

انجام مقدمات کی نسبت پیشگوئی	صـ۲	آج سے چھتیس برس پیشتر کے رسالہ ریویو سے اقتباس۔
قرآن کریم کی مثل پیش کرنے کی تحدی	صـ۳	از درس القرآن حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ۔
مذہب کیا ہے؟	صـ۱۶	از جناب حقانی۔ایم۔اے۔
ایک تبلیغی خط	صـ۳۲	از جناب نواب اکبر یار جنگ بہادر حیدرآباد دکن۔
امنِ عالم اور اسلام	صـ۴۱	از جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس امام مسجد لنڈن۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مدد سے کلام لانیکا مطالبہ ایک مہمل بات ہوجاتی ہے، نیز اس آیت سے پہلے وَیَسْـئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ بھی مذکور ہے، جس سے ظاہر ہے، کہ اس جگہ ارواح ہی کا ذکر ہے، نہ کہ جنّات کا۔

دوسری آیت جس میں کفار کا اعتراض بیان کیا ہے، کہ اس کے پاس خزانہ اور مَلک نہیں، اس کے جواب میں فرمایا کہ اگر یہ درست ہے تو تم دس سُورتیں مفتریات کی اس کے مقابلہ میں لے آؤ، پس اس جگہ سُورتوں کو بطور خزانہ کے پیش کیا، اور مفتریات کا مطالبہ کرکے بتایا ہے، کہ اگر اس کا دعویٰ وحی بالملائکہ کا جھوٹا ہے، اور اس کے ساتھ ملائکہ نہیں آئے، تو تم بھی زیادہ نہیں تو دس سُورتیں ایسی پیش کردو، جن کے متعلق یہ دعویٰ ہو، کہ ملائکہ نے باذن الٰہی ہم پر اتاری ہیں، پھر دیکھو کہ تمہارا کیا انجام ہوتا ہے، اور اگر تم میں یہ جرأت نہیں، کہ تم ایسا جھُوٹا دعویٰ کرسکو، تو محمد رسول اللہ کی نسبت کس طرح خیال کرسکتے ہو، کہ اس قدر افتراء کر رہا ہے، اور اگر افتراء کر رہا ہے، تو پھر خدا تعالےٰ کی گرفت سے محفوظ کیوں ہے؟ غرض اس جگہ عقلی مقابلہ کے ساتھ آسمانی مقابلہ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اور یہ جو اس جگہ فرمایا کہ دس سُورتیں ایسی لاؤ، اس کی یہ وجہ ہے، کہ اس جگہ قرآن کریم کے ہر رنگ میں مکمل ہونے کا دعویٰ نہ تھا، بلکہ کلام بعض القرآن کے متعلق تھا، یعنی مخالف معترض تھا، کہ اس کے بعض حصّے قابلِ اعتراض ہیں، جیسا کہ آیت فَلَعَلَّکَ تَارِکٌۢ بَعْضَ مَا یُوْحٰۤی اِلَیْکَ سے ظاہر ہے، اور اسی طرح کفار کے اس سوال سے بھی ظاہر ہے، کہ اس کے پاس خزانہ اور مَلک نہیں، پس اس جگہ سارے قرآن کے مقابلہ کا مطالبہ نہیں کیا، بلکہ یہ مطالبہ کیا ہے، کہ تم قرآن میں جو بھی کمزور سے کمزور حصّہ سمجھتے ہو، اس کے مقابلہ میں دس سُورتیں بنا کر پیش کردو، تا تمہارے دعویٰ کی آزمائش ہوجائے۔

دس کا عدد اس واسطے استعمال کیا، کہ یہ عدد کامل ہے، اور چونکہ معترض کے دعویٰ کو ردّ کرنا تھا، اس وجہ سے اس کو دس سُورتیں بنانے کو کہا، کہ تم کو ایک مثال نہیں دس مثالیں بنانے کی اجازت دیتے ہیں، پس یہاں دس کا لفظ اس لئے نہیں رکھا گیا، کہ وہ ایک سورۃ تیار کرسکتے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تھے، بلکہ اس لئے کہ ان کے اس اعتراض کو دُور کرنے کا بہترین ذریعہ یہی تھا، کہ انہیں کئی مواقع اعتراض کے دیئے جاتے، اور سب اس لئے نہیں کہا، کہ اس وقت جن معترضوں کا ذکر تھا، وہ صرف بعض حصّوں کو قابلِ اعتراض قرار دیتے تھے، سب کو نہیں، غرض سورۂ بنی اسرائیل میں چونکہ تکمیل کا دعوٰی تھا، اس میں قرآن شریف کی مثل کا مطالبہ کیا گیا، اور سورۂ ہُود میں چونکہ کفار کے اس اعتراض کا جواب تھا، کہ بعض حصّے غیر معقول ہیں، اس لئے فرمایا، کہ دس ایسے حصّے جو تمہارے نزدیک سب سے کمزور اور قابلِ اعتراض ہوں، تم انہیں کے مقابل میں کوئی کلام بنا کر پیش کر دو، تا کہ کفار یہ نہ کہیں کہ ہمیں صرف ایک اعتراض کا حق دیا تھا، اور اس کا مقابلہ کرنے میں ہم سے غلطی ہو گئی۔

تیسرا مقام جس میں قرآن کریم کی بے مثلی کا دعوٰی ہے، سورۂ یونس ہے، اس میں ایک سورۃ کا مطالبہ کیا ہے، جو پہلے دونوں مطالبوں سے کم ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مطالبہ اپنے ایک دعوٰی کے ثبوت کے لئے تھا، نہ کہ کفار کے اعتراض کی تردید میں، اس جگہ اس آیت سے پہلے دعوٰی کیا گیا تھا، کہ سب تصرف اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے، اور اس کے ثبوت میں قرآن کریم کو پیش کر کے اس کے متعلق پانچ دعوے کئے تھے، وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ یعنی اوّل اس میں ایسی تعلیم ہے، جسے انسان بنا ہی نہیں سکتا، دوم پہلی کتب کی اس میں تصدیق ہے سوم اس میں پہلی کتب کے نامکمل احکام کو مکمل کیا گیا ہے، چہارم یہ کتاب بالکل محفوظ اور انسانی دستبرد سے پاک ہے، پنجم اس کی تعلیم تمام قسم کے انسانوں اور تمام زمانوں کے لئے ہے، اس کے بعد فرمایا، کہ اگر یہ سچ نہیں، تو پھر تم بھی ایک سورۃ ایسی بنا کر پیش کر دو، جس میں وہ پانچ باتیں جو بیان کی گئی ہیں، ایسے مکمل طور پر بیان ہوں، جیسی کہ اس سورۃ یعنی یونس میں بیان کی گئی ہیں، لیکن اگر ایک سورۃ کے مقابلہ میں بھی تم کوئی کلام نہ پیش کر سکو، تو پھر سمجھ لو، کہ سارے کلام میں کس قدر کمالات مخفی ہونگے، اور ان کا بنانا انسانی طاقت سے کس قدر بالا ہوگا، غرضیکہ اس جگہ مثلہ سے مراد ان پانچ کمالات کی مثل والا کلام ہے، جو سورۂ یونس میں بیان کئے گئے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اب رہی آخری آیت یعنی فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِہٖٓ اِنْ کَانُوْا صٰدِقِیْنَ ۔ (سورہ طور رکوع ۲) کہ اگر تم سچے ہو، تو کوئی ایسی ہی بات پیش کر کے دکھاؤ۔ میرے نزدیک اس آیت میں سب سے چھوٹا مطالبہ ہے، اور وہ صرف ایک مثال کا ہے، خواہ وہ ایک سورۃ سے بھی چھوٹی ہو، اور یہ مطالبہ بھی اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ہے، نہ کہ کفّار کے دعوے کے ردّ میں، اور وہ دعویٰ وہی ہے، جو اس سورۃ کے شروع میں کیا گیا ہے، یعنی وَالطُّوْرِ ۙ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۙ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۙ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۙ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۙ یعنے یہ کتاب جس کا وعدہ طُور پر دیا گیا تھا، اور جو لکھی جائیگی، اور ہمیشہ پڑھی جائے گی، اور دنیا میں پھیلائی جائے گی، اور اسلام جس کے متّبعین کی تعداد بہت بڑھ جائے گی، اور نہ صرف عوام بلکہ اعلیٰ طبقہ کے لوگ روحانی وجسمانی فضائل والے اس میں داخل ہونگے، اور یہ رُوحانیت کا چشمہ جو مختلف ملکوں کو سیراب کرے گا، ان دونوں امور کو ہم بطور قیامت کی دلیل کے پیش کرتے ہیں۔ اس ذکر کے بعد فرمایا، کہ کیا یہ لوگ اس کلام کو بناوٹی کہتے ہیں؟ اگر ایسا ہے، تو جو جو اور جس جس قسم کی پیشگوئیاں اوپر پیش کی گئی ہیں، ان کی مانند یہ بھی ایک پیشگوئی پیش کر دیں، اور مفتریات کی بھی ہم شرط نہیں لگاتے، انہیں اجازت ہے، کہ یہ چاہیں تو پچھلی الہامی کتب سے ہی کوئی ایسی مثال نکال کر پیش کر دیں، مگر یاد رکھیں، کہ یہ اس کی نظیر کہیں سے نہیں لا سکتے، اس مطالبہ میں خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کی بھی کوئی شرط نہیں، اور نہ یہ شرط ہے، کہ اپنے پاس سے کوئی پیشگوئی کریں، بلکہ اجازت دی ہے، کہ خواہ خود بنا لیں، یا پچھلی کتب سے جو خواہ الہامی ہوں خواہ غیر الہامی، نکال کر پیش کر دیں، اور پھر مطالبہ بھی نہایت چھوٹا رکھا ہے، کہ ایسی ایک ہی پیشگوئی پیش کر دیں، حالانکہ قرآن کریم میں اور بھی عظیم الشان پیشگوئیاں ہیں، اور پھر دشمن کے عاجز رہنے کی وجہ بھی بتا دی ہے، کہ ایسی پیشگوئی کے بیان کرنے سے تو زمین اور آسمان کے خالق اور خزانوں کے مالک اور نگران اور رُوحانی ترقی کے مالک اور غیب کے مالک کی ضرورت ہے، اور یہ باتیں ان میں نہیں، پس یہ کیونکر اس کی مثل بنا سکتے ہیں؟

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دوسرے حصہ کو یعنی پہلی کتب سے مثال نہ لاسکنے کے دعویٰ کو رد کرنا ضروری نہیں سمجھا، کیونکہ وہ کتب سچی تھیں، صرف درجہ کا سوال تھا، یہ مطالبہ بھی باقی مطالبوں کی طرح اب تک قائم ہے، پھر کیا کوئی انسان خواہ کسی مذہب کا ہو، سورۂ طور کی اس آیت کی مثل لانے کا دعویٰ کرسکتا ہے، اگر ہے، تو آگے آکر اُسے پیش کرے۔

پانچواں مطالبہ سورۂ بقرہ میں ہے، اور اس میں بھی سورۂ یونس کی طرح ایک سورۃ لانے کا مطالبہ ہے، چنانچہ فرماتا ہے، وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ اس جگہ بھی اپنے دعوے ہی کی مثل طلب کی ہے، اور وہ دعوے یہ ہے، ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ سورۂ یونس کی آیت کے پہلے بھی لَا رَيْبَ فِيْهِ ہے، گویا ایک سورۃ کی مثل کے مطالبہ کا لَا رَيْبَ فِيْهِ سے خاص جوڑ ہے، اس مطالبہ سے پہلے یہ دعویٰ کیا گیا ہے، کہ قرآنِ کریم هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ہے، یعنی اعلیٰ مدارجِ روحانیہ تک پہونچاتا ہے، پس فرمایا، کہ اگر قرآن کریم کے خدا تعالےٰ کی طرف سے ہونے میں تمہیں کوئی شک ہے، تو اس کے رُوحانی اثر کا مقابلہ کرلو، کوئی ایک ہی سورۃ لے آؤ، جو قرآن کریم کے مقابلہ میں رُوحانی تاثیرات رکھتی ہو۔ قرآن کریم میں یہ تاثیر ہے، کہ اس کی کوئی سورۃ بھی آدمی پڑھے، اس کے دل میں اعلیٰ سے اعلیٰ روحانی تاثیرات پیدا ہونے لگیں گی، گویا بجائے شکوک پیدا کرنے کے وہ شکوک کو قطع کردیتا ہے، اور لوگوں کو ایسے مقامات تک پہونچا دیتا ہے، کہ وہاں شک باقی ہی نہیں رہتا، اور یہ تعلق باللہ کا مقام ہے، یہ مقام صرف قرآن کریم کی تلاوت سے حاصل ہوتا ہے، دوسرا کوئی کلام اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا، اور قرآن کریم کی ہر اک سورۃ ان روحانی تاثیرات میں ایسی بے مثل ہے، کہ کوئی اور کلام اس کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا۔

اُوپر کی تشریحات سے یہ امر ثابت ہے کہ درحقیقت یہ پانچوں مطالبے الگ الگ ہیں، اور سب ایک ہی وقت میں قائم ہیں۔ کوئی مطالبہ کسی دوسرے مطالبہ کو منسوخ نہیں کرتا، اور سب غلطی اس امر سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لگی ہے، کہ خیال کر لیا گیا ہے، کہ جہاں جہاں مثل طلب کی گئی ہے، وہاں صرف فصیح عربی کی مثل طلب کی گئی ہے، اور سب آیتوں میں ایک ہی مطالبہ ہے، حالانکہ معاملہ بالکل برعکس ہے، ان پانچ سورتوں میں ایک ہی مطالبہ نہیں، بلکہ مختلف مطالبے ہیں، اور ہر مطالبہ کے مناسب حال پورے قرآن یا بعض قرآن کی مثل طلب کی گئی ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ آیا ان مطالبات میں فصاحت و بلاغت کا مطالبہ شامل ہے، یا نہیں؟ سو اس کا جواب یہ ہے، کہ یقیناً شامل ہے، لیکن ضمنی طور پر، نہ کہ اصل مقصود کے طور پر، کیونکہ اعلیٰ مطالب بغیر اعلیٰ الفاظ اور عمدہ تراکیب کے ادا ہی نہیں ہو سکتے، پس چونکہ قرآن کریم بہترین مطالب پر حاوی ہے، اس لئے ضروری تھا، کہ اس کے لئے بہترین الفاظ اور بہترین طریقہ ادائیگی کو اختیار کیا جاتا، ورنہ اس کے مطالب مشتبہ رہتے، اور جب قرآن کریم کا فصیح ترین الفاظ اور بلیغ ترین عبارات میں نازل ہونا اس کے مطالب کے لحاظ سے ضروری تھا، اور وہ اسی رنگ میں نازل ہوا ہے، تو جس جس حصہ کی مثل کا مطالبہ کیا گیا ہے، اس میں فصاحت و بلاغت کا مقابلہ بھی ضرور شامل رہے گا۔

فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ۔ فرماتا ہے کہ اگر یہ لوگ اس چیلنج کو قبول نہ کریں، تو اس سے ثابت ہو جائے گا، کہ یہ کلام خدا تعالےٰ کے علم پر مشتمل ہے، اور اس میں ایسے امور بیان ہوئے ہیں، جنہیں انسان دریافت نہیں کر سکتا، تبھی تو ہر انسان اس کی مثل لانے سے قاصر ہے، دوسرے اس سے یہ بھی ثابت ہو جائے گا، کہ خدا ایک ہی ہے، کیونکہ اگر ایک سے زائد خدا ہوں تو جب انہیں بھی قرآن کریم کی مثل پیش کرنے کا چیلنج دیا گیا ہے، تو کیوں نہ وہ ایک ایسا ہی کلام پیش کر کے اُسے جھوٹا ثابت کریں، سب طرف سے خاموشی کا ہونا اس امر کی دلیل ہے، کہ خدا ایک ہی ہے، اور اس کا کوئی ثانی نہیں۔

اس جگہ ایک سوال پیدا ہو سکتا تھا، کہ یہ چیلنج حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی تک کے لئے ہی تھا، یا اب بھی قائم ہے، اس سوال کا جواب جمع مخاطب کی ضمیر استعمال کر کے دیدیا گیا ہے، کہ یہ چیلنج آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے لئے خاص نہیں، بلکہ ہر زمانہ کے لئے کھلا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے خاص ہوتا، تو اس کی جگہ یہ فرماتا، کہ اگر وہ تیرے "چیلنج کا جواب نہ دیں، لیکن فرمایا یہ ہے کہ اگر "تمہارے" چیلنج کا جواب نہ دیں، غرض لفظ "تمہارے" کے استعمال سے معلوم ہوتا ہے، کہ ہر زمانہ میں مسلمانوں کو اس چیلنج کے پیش کرنے کا اختیار ہے، اور قرآن کریم ان خوبیوں میں ہمیشہ بے مثل رہے گا۔

فھل انتم مسلمون کا میرے نزدیک خطاب کفار سے ہے، اور انہیں توجہ دلائی گئی ہے، کہ قرآن کریم کے منزل من اللہ ہونے اور اس کے معارضہ سے ہر ایک غیر اللہ کے عاجز ہونے کے بعد بھی کیا تم اسلام نہ لاؤ گے؟

رسالہ ریویو آف ریلیجنز اُردو کے پرانے فائل

جن میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نہایت قیمتی مضامین شائع ہوتے رہے ہیں، قابلِ فروخت ہیں۔ قیمت کا تصفیہ مینجر رسالہ ریویو اُردو سے بذریعہ خط و کتابت کریں ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مذہب کیا ہے؟

مقصدِ حیات اور جہاد

(۴)

(از جناب حقانی - ایم - اے)

انسانی اعمال اپنے اندر کوئی نہ کوئی مقصد لئے ہوتے ہیں، اور کسی نصب العین میں ایمان لائے بغیر نہ اعمال میں ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے، نہ حیات میں یکجہتی۔ نصب العین انسانی اعمال کے لئے وہ مقناطیسی نقطہ ہے، جو انہیں منتشر اور غیر مربوط ہونے سے بچا کر ایک مرکز پر مرتکز کرتا ہے، وہ انسان کی خُفتہ استعدادوں کو بیدار کرتا، مخالف عناصر سے ٹکرا کر جِلا بخشتا اور موزوں ماحول میں ڈال کر نشوونما دیتا ہے۔ زندگی اور مقاصد ایک دوسرے سے ایسے وابستہ ہیں، کہ جونہی انسانی زندگی بے معنی نصب العین کی گرمی سے محروم ہو کر یاس کے بھنور میں آگرے، وُہ اپنی افادیت کھو دیتی اور فنا کا شکار ہو جاتی ہے۔

اسی طرح وہ مذاہب جو دنیا کے سامنے کوئی مثبت نصب العین نہیں رکھتے، بلکہ یاس وحزن کے عالم میں "ہست" سے "نیست" ہونے کا پیغام دیتے، اور دُنیا کو قید خانہ اور اس سے "نجات" کو مقصُودِ حیات قرار دیتے ہیں، درحقیقت مُردہ ہیں۔ اور ایسے ہی مُردہ مذاہب پر پنڈت جواہر لال جی نہرو اور اشتراکیوں کا یہ اعتراض وارد ہوتا ہے، کہ لوگ دنیا کے مسائل کی کشمکش سے بچنے کی خاطر اس کی خامیوں اور نقائص کو دُور کرنے کے بجائے مذہب میں جا پناہ لیتے ہیں، اور سمجھتے ہیں، کہ اللہ اللہ کرنے، یا رام رام جپنے سے ان کی نجات ہو جائیگی، اور دنیا میں جو ظلم وعصیان، اور فتنہ وفساد بپا ہے، اگلے جہان سب ٹھیک ٹھاک ہو جائیگا، غریبوں کے لئے غریبی، غلاموں کے لئے غلامی، اور مظلوموں کے لئے مظلومیت آخرت میں ان کی نجات کا باعث ہو جائیگی، اس دُنیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں شیطانی طاقتوں سے نبرد آزما ہونے، اور اس جہان کو جنّت کا نمونہ بنانے کے بجائے وہ افیونی کی طرح ایک دائمی پینک میں زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں، وہ کھلے سمندر کی متلاطم دنیا کے اندر طوفانی موجوں سے نبرد آزما ہونا نہیں چاہتے، وہ ساحل پر ایک محفوظ جگہ ان ہنگاموں سے دُور، زمانے کی ضروریات سے بے نیاز، ڈوبتوں کی فریادوں سے بے پرواہ، روح فرسا نظاروں سے آنکھیں بند کئے، اپنی قید کے ایام بسر کرنا چاہتے ہیں، وہ حقائق کا مقابلہ کرنے کی طاقت، زندگی کے پیچیدہ مسائل کو سلجھانے کا حوصلہ اور سچائی کو عُریاں دیکھنے کی ہمّت نہیں رکھتے تو مذہبی معتقدات میں جا پناہ لیتے ہیں، اور عرصۂ حیات میں مجاہدانہ قدم رکھنے کا جگر و گُردہ نہ رکھتے ہوئے گیدڑوں کی طرح دم دبا کر ایسے بھاگتے ہیں، کہ جنگل کی تنہائیوں کے بغیر انہیں کوئی ٹھکانہ نہیں ملتا، اور اس قسم کے لوگوں کے لئے مذہب کا مقصود ذاتی نجات بنکر رہ جاتا ہے، اور سوسائٹی کی فلاح وبہبود سے انہیں کوئی سروکار نہیں رہتا، وہ اپنی "خودی" اور "انانیت" کو مٹانے کی بے سود سعی کرتے ہیں، اور وہ مٹنے کے بجائے ان کے دل ودماغ پر سوار ہوجاتی ہے۔

لیکن برخلاف اس کے زندہ مذہب دنیا کے سامنے مثبت نصب العین رکھتا، اور جہادِ زندگی میں شریک ہونے کی دعوت دیتا ہے، وہ رہبانیّت کو حرام سمجھتا، اور جہاد کو اٹل فریضہ قرار دیتا ہے، اس کے ہاں قنوطیّت دیاس کفر ہے، اور مومن کی شان سے بعید۔ دُنیا آخرت کی کھیتی ہے اس لئے اس کی کاشت، نگہداشت اور سنبھال لازمی۔

دراصل مُردہ مذاہب میں تین مہلک عقائد پائے جاتے ہیں، جو قوائے عمل کو سُست، اور زندگی کے ہنگاموں کو سرد کر دیتے ہیں:-

اوّل یہ کہ انسان گناہگار، بے کس ومجبور پیدا کیا گیا ہے۔

دوم یہ کہ دُنیا جائے عذاب ہے، اس سے مخلصی اور نجات حاصل کرنا مقصدِ مذہب ہے۔

سوم- آخرت یا تو فنا ہے، یا ایسا آنند و سرور، ایسا سکون وجمود، جس میں نہ حرکت ہے، نہ ارتقاء۔ گویا نشے کا ایسا خمار ہے، جس میں نہ اُتار ہے نہ چڑھاؤ، ایسی مدہوشی ہے، جس کے بعد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہوش نہیں، یہ تو ہے نیکوکاری کا صلہ۔ بدکاروں کو یا تو اس دُنیا کے عذابی چکروں میں اسیر رہنا ہوگا، یا جہنّم کی آگ میں جل جل کر دانت پیسنا، اور دانت پیس پیس کے جلنا۔

میرے نزدیک ان تین مہلک عقائد نے مذہبی زندگی کو تباہ کر رکھا ہے، اس لئے ضروری ہے، کہ ان کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا جائے، اور لوگوں کے دلوں سے مٹا کر رکھ دیا جائے، اور اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں، تو یہ شیطان پر ایسی کاری ضرب ہوگی، کہ وہ پھر مذہب کا بھیس بدل کر مذہب کو بدنام نہ کر پائیگا، اور اشتراکیت کے تمام اعتراضات ملیامیٹ ہو جائیں گے۔

اوّل:۔ یہ خیال کہ انسان گناہگار، بے کس و مجبور پیدا کیا گیا ہے، غلط ہے، اسلام اس کی پُر زور الفاظ میں تردید کرتا ہے، وہ فرماتا ہے، لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (التین۔۱) ہم نے انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا ہے، یعنی وہ دنیا میں خلیفۃ اللہ اور خدا کا نائب بنا کر بھیجا گیا ہے، اور جو کچھ کہ زمینوں اور آسمانوں میں ہے، سب اس کے لئے مسخّر کیا گیا ہے، (سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ) پس کون ہے، جو انسان کو پیدائشی گناہگار ٹھہرا سکے، جبکہ وہ فطرت پر پیدا کیا گیا ہے، اور لاتعداد استعدادوں کے ساتھ خدا کی مرضی کو پُورا کرنے کے لئے دُنیا میں اس کا خلیفہ بنا کر بھیجا گیا ہے، اور دنیا کی تمام اشیاء اس کی مطیع کر دی گئی ہیں۔

دوم:۔ یہ دنیا جائے عذاب یا قید خانہ نہیں، بلکہ مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ (آخرت کی کھیتی) ہے۔ اور انسانی زندگی کا مقصد اس سے **نجات** نہیں، بلکہ **فلاح** ہے۔ بدقسمتی سے عیسائیوں اور ہندوؤں کے فلسفہ کے زیر اثر "نجات" کا لفظ مذہبی لٹریچر میں ایسے رنگ میں عام ہوگیا ہے، کہ اس سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہوتی اور مذہب پر اعتراض کا موجب بنتی ہیں۔ احمدیہ لٹریچر میں بھی یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے، اور ہو سکتا ہے، کہ کسی کو غلط فہمی پیدا ہو، اس لئے یہ واضح رہے، کہ احمدیت کے نقطۂ نگاہ سے **فلاح** ہی مقصدِ حیات ہے۔ عام محاورہ کی وجہ سے نجات کا لفظ فلاح کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"مَیں جب قرآن کریم کو دیکھتا ہوں، تو مجھے نجات پر اتنا زور نظر نہیں آتا، جتنا ایک اور امر پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ اسلامی نقطۂ نگاہ کے رُو سے نجات ادنیٰ ہے، اور وُہ مقصدِ اعلیٰ۔ وہ کیا ہے؟ وہ وہی ہے جو ان آیات میں بتایا گیا ہے، جو مَیں نے ابتدا میں پڑھی ہیں، یعنی **فلاح**" (نجات ص۵)

پھر فرماتے ہیں:۔

"اسی لئے اسلام نے انسان کا اصل مقصد فلاح کو قرار دیا ہے، ہاں کبھی کبھی نجات کا لفظ فلاح کے لئے بولتے ہیں، عام محاورہ کی وجہ سے، کیونکہ عام لوگ نجات ہی کا لفظ استعمال کرتے ہیں"

پس احمدیہ لٹریچر میں نجات کا لفظ ان معنوں میں استعمال نہیں کیا گیا، جو عیسائیوں اور ہندوؤں کے ہاں مروّج ہیں۔ عام محاورہ، رواج اور سہولت فہم کے لئے فلاح کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے، ورنہ در اصل اسلام میں فلاح ہی کو مقصودِ حیات قرار دیا گیا ہے، اور نجات ایک منفی پہلو ہے جو مثبت مقصد کے حصول کے بعد اپنی کوئی مستقل حیثیت نہیں رکھتا۔ جو نُور حاصل کر لیتا ہے، وہ تاریکی سے خود بخود نجات پا جاتا ہے، یہی وجہ ہے، کہ قرآنِ حکیم نے فلاح پر زور دیا ہے، اور یہ لفظ اپنے اندر مطالب کی ایک دُنیا رکھتا ہے، اور اہلِ علم کے لئے ایسی روحانی لذت جو بیان میں نہیں آسکتی، جب ہم فلاح کے مادہ پر غور کرتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے، کہ فلح ہی سے فلاحت نکلا ہے، جس کے معنے ہیں کاشتکاری، اور رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے دُنیا کو مَزْرعۃُ الآخرۃ قرار دیا ہے، اور خدا نے مومنوں کے لئے جنت (باغ) کی خوشخبری دی ہے، اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا ہے، کہ قرآنِ حکیم کے رُو سے مومن کی جنت اسی دنیا سے شروع ہو جاتی ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اللہ جل شانہٗ اس آیت میں یہ فرماتا ہے، کہ جو لوگ ایمان لائے، اور اعمالِ صالحہ کئے، انہوں نے اپنے ہاتھ سے ایک بہشت بنایا ہے، جس کے درخت ایمان اور جس کی نہریں اعمالِ صالح ہیں، اسی بہشت کا وہ آئندہ بھی پھل کھائیں گے، اور وہ پھل زیادہ نمایاں اور شیریں ہوگا، اور چونکہ وہ رُوحانی طور پر اس پھل کو دنیا میں کھا چکے ہونگے، اس لئے دوسری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انجام مقدّمات کی نسبت پیشگوئی

از حضرت مسیح موعود علیہ السّلام

(آج سے چھتیس برس پیشتر کے رسالہ ریویو سے اقتباس)

رات کے وقت جو ۲۸ جون ۱۹۰۳ء کے دن کے بعد رات تھی، یعنی وہ رات جس کے بعد پیر کا دن تھا اور ۲۹ جون ۱۹۰۳ء میرے خیال پر کشش غالب ہوئی، کہ یہ مقدمات جو کرم دین کی طرف سے میرے پر ہیں۔ یا بعض میری جماعت کے لوگوں کی طرف سے کرم دین پر ہیں۔ ان کا انجام کیا ہوگا؟ سو اس غلبہ کشش کے وقت میری حالت وحی الٰہی کی طرف منتقل کی گئی، اور خدا تعالےٰ کا یہ کلام میرے پر نازل ہوا۔

إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ فِيْهِ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ۔

اس کے معنے یہ مجھے سمجھائے گئے، کہ ان دونوں فریقوں میں سے خدا اس کے ساتھ ہوگا، اور اس کو فتح اور نصرت نصیب کرے گا، کہ جو پرہیزگار ہیں، یعنے جھوٹ نہیں بولتے ظلم نہیں کرتے، تہمت نہیں لگاتے، اور دغا اور فریب اور خیانت سے ناحق خدا کے بندوں کو نہیں ستاتے، اور ہر ایک بدی سے بچتے، اور راستبازی اور انصاف کو اختیار کرتے ہیں، اور خدا سے ڈر کر اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور خیرخواہی اور نیکی کے ساتھ پیش آتے ہیں، اور بنی نوع کے وہ سچے خیرخواہ ہیں، ان میں درندگی اور ظلم اور بدی کا جوش نہیں، بلکہ عام طور پر ہر ایک کے ساتھ وہ نیکی کرنے کے لئے تیار ہیں، سو انجام یہ ہے کہ ان کے حق میں فیصلہ ہوگا۔ تب وہ لوگ جو پوچھا کرتے ہیں، جو ان دونوں گروہوں میں سے حق پر کون ہے؟ ان کے لئے نہ ایک نشان بلکہ کئی نشان ظاہر ہوں گے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دُنیا میں اس پھل کو پہچان لینگے، اور کہیں گے، کہ یہ تو وہی پھل معلوم ہوتے ہیں، جو پہلے ہمارے کھانے میں آچکے ہیں۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی ص۱۰۲)

اور اسی کتاب کے ص۱۰۳ پر فرماتے ہیں:-

"موت کے بعد جو کچھ انسان کی حالت ہوتی ہے، درحقیقت وہ کوئی نئی حالت نہیں ہوتی، بلکہ وہی دنیا کی زندگی کی حالتیں زیادہ صفائی سے کُھل جاتی ہیں، اور جو کچھ انسان کے عقائد اور اعمال کی کیفیت صالح یا غیر صالح ہوتی ہے، وہ اس جہان میں مخفی طور پر اس کے اندر ہوتی ہے، اور اس کا تریاق یا زہر ایک چھپی ہوئی تاثیر انسانی وجود پر ڈالتا ہے، مگر آنے والے جہان میں ایسا نہیں رہے گا، بلکہ وہ تمام کیفیات کھلا کھلا اپنا چہرہ دکھلائینگی۔"

فلاح، مزرعۃ الآخرۃ، اور جنّت کے الفاظ نیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی مندرجہ بالا تصریحات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ اسلام نے انسانی زندگی کا کیا ہی شاندار مقصد پیش کیا ہے، خدا نے انسان کو لاتعداد استعدادوں کے ساتھ احسنِ تقویم میں پیدا کیا، تا وہ مسخّر دنیا میں خدا کا خلیفہ بنکر ان خفیہ طاقتوں کو ابھارے اور بروئے کار لائے، اور ان کی نشو ونما ایسے رنگ میں کرے، کہ اس کے اندر ایک جنّت یعنی باغ پیدا ہو جائے۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے، کہ وہ ایسے اعمال کرے، جو دُنیا کو جنت کا نمونہ بنانے اور خدا کی بادشاہت کو قائم کرنے والے ہوں۔ وُہ خلیفۃ اللہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے، کہ اس کے اندر خدا کے صفات جلوہ گر ہوں، یعنی وُہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کے ارشاد کے ماتحت اخلاقِ خداوندی کا مظہر ہو جائے۔ اور اللہ تعالےٰ نے جو حضرت آدم علیہ السّلام کے متعلق فرمایا، کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً یعنی مَیں اس زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں، اور پھر ایک عرصہ کے لئے انہیں جنّت میں رکھا، اس میں بھی ایک ذوقی نکتہ ہے، اور وہ یہ کہ انہیں جنّت کا نمونہ دکھا کر بتایا گیا، کہ تمہیں دنیا میں ایسی جنت قائم کرنی ہوگی، پھر وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ میں بھی ایک راز ہے، اس آیت کے ایک معنے تو معروف ہیں، جو اپنی جگہ درست ہیں، مگر اس کے الفاظ میں بھی ایک نکتہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہ یہ کہ جنّ کے لفظ سے پوشیدگی، اور اِنس کے لفظ سے موانست کا اظہار ہوتا ہے۔ انسان کے اندر دو قسم کی قوتیں ہیں، ایک تو وہ ہیں، جن کی تربیّت سے وہ منبعِ حیات کے ساتھ تعلق قائم کرتا ہے، اور خدا کے کلام سے مشرف ہوتا، اور کشوف ورویاء سے حصّہ پاتا ہے، اس طرح گویا عالمِ غیب سے ایک تعلق قائم کرتا ہے، جو انسانی عقلوں سے پوشیدہ ہے، اور دوسری طرف وہ قابلیّتیں اور استعدادیں بروئے کار آتی ہیں، جو سوسائٹی سے تعلق رکھتی ہیں، وہ انسانوں کے باہمی میل جول اور تعلقات ہی سے ظہور میں آتی ہیں۔ اور انسان کا لفظ بھی ان دو محبتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے، جو اس کے اندر موجزن ہیں، ایک خدا سے دوسرے خلق اللہ سے۔

خدا کے ساتھ تعلق اور اس کی کیفیات اپنے اندر ایک غیب اور پوشیدگی کا رنگ رکھتی ہیں، اور خلق اللہ کے ساتھ تعلقات میں موانست، میل جول اور ظاہر پایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ہر عمل کے دو پہلو ہیں، ایک ظاہر دوسرا باطن، ہوسکتا ہے، کہ ظاہری طور پر عمل درست ہو، مگر نیت خراب ہو، اخلاقی طور پر وہی عمل صالحہ ہے، جو ظاہری طور پر بھی معیارِ اخلاق پر پُورا اُترے، اور باطنی طور پر عامل کی نیّت بھی درست ہو، پس اس آیت میں جہاں انسان کی باطنی اور ظاہری قوتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہاں اعمال کے (motives) نیّتوں اور ظاہری حرکات وسکنات شعوری وغیر شعوری اور دماغی افعال کا بھی لطیف پیرایہ میں ذکر پایا جاتا ہے۔ پس انسانی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ ان دونوں قسم کی استعدادوں اور اعمال کے بواطن وظواہر کی تربیت ایسے رنگ میں کیجاوے کہ وہ بالکل خدا کی رضا کے ماتحت ہوں، کیونکہ عَبد وہ ہوتا ہے، جس کی اپنی مرضی نہ ہو، بلکہ اپنے آقا کی مرضی کے مطابق کام کرے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مومن کا ماٹو یہ بیان کیا ہے، اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ یعنی انسان کی تمام عبادات و قربانیاں، اس کی حرکت وسکون، اس کی انفرادی ومعاشی زندگی، اور پھر اس عالمِ رنگ وبُو کو چھوڑ کر رُوحانی ترقیات کے میدان میں قدم رکھنا سب ربّ العالمین کے لئے ہی ہو۔

جب انسان پر خدا کی مرضی مسلّط ہوجاتی ہے، اور وہ اللہ کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے، تبھی وہ عبد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بنتا ہے، اور جب اس کی غیب کے ساتھ تعلق رکھنے والی استعدادیں اور ظاہر اور سوسائٹی کے ساتھ تعلق رکھنے والی قابلیتیں خدا کی مرضی کے ماتحت تربیت پاتی ہیں، تو وہ فلاح حاصل کر لیتا ہے، اور اس کے اندر جنّت نمودار ہوتی ہے، لیکن جب یہ طاقتیں خدا کی مرضی کے خلاف تربیت پاتی ہیں، تو انسان کے شعوری و غیر شعوری افعال شیطانی رنگ اختیار کر لیتے ہیں، وہ کاہن بنتا ہے، اور ظالم حکمران، وہ شیطان سے حصّہ لیتا ہے، گو ان استعدادوں کو بر رُوئے کار لانے کی وجہ سے وہ ایک قسم کی قوت و طاقت حاصل کرتا ہے، مگر وہ شیطانی ہوتی ہے، نہ کہ رحمانی۔

الغرض خدا کی وسیع دنیا ایک کھیتی ہے، اور انسان کا قلب بھی ایک کھیتی ہے، ان دونوں کی کاشت کرنی ہے۔ مضر رساں جڑی بوٹیوں کو باہر نکال پھینکنا ہے، اُسے پانی دینا ہے، اور اچھے بیج بو کر اس کی نگرانی کرنا ہے، اس سے ہمارے اندر اور باہر بھی ایک گلزار کھلیگا، جسے ہماری رُوحانی آنکھیں اس دُنیا میں بھی دیکھ لیں گی، اور آخرت کے نظارے تو ہمارے احاطۂ علم ہی سے باہر ہیں۔

جنّت کے لفظ سے بھی ایک نکتہ حل ہوتا ہے، عربی قاعدہ کی رُو سے جس لفظ میں ج اور ن اکٹھے آتے ہیں، اس کے معنوں میں ایک اخفا اور پوشیدگی پائی جاتی ہے، مثلاً مجنّہ ڈھال کو کہتے ہیں، ڈھال انسان کو دشمن سے بچاتی، اور اس کے بدن کے ایک حصّہ کو عدُو سے پوشیدہ کرتی ہے، اسی طرح جنین اس بچّہ کو کہتے ہیں، جو ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے، اور آنکھوں سے پوشیدہ، پس جنّت بھی ایک ایسا مقام ہے، جو ظاہری آنکھوں سے پوشیدہ ہے، اور باطنی آنکھوں پر ظاہر۔ وہاں بھی قرآنی ارشاد کے ماتحت جمود اور سکون نہیں ہوگا، بلکہ حرکت و ترقی، اور اس ارتقا کی نہ کوئی حد ہے، نہ حساب۔ کتنا شاندار مقصد ہے، اور کتنا عظیم الشان کام، جو اسلام نے ہمارے سامنے رکھا ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ سب سے پہلی آیت جو خدا نے اُتاری، اس میں اپنی صفتِ ربُوبیّت کو پیش کیا، (اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ) اور سب سے پہلی قرآنی آیت میں بھی اسی صفت کا ذکر ہے، (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ) اور خاتمہ بھی اسی صفت کی یاد دہانی پر ہے، (قُلْ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ)

انسان رب العالمین کا خلیفہ ہے، اس نے اپنے اندر اور باہر خدا کی رضا کے ماتحت تربیت کرنی ہے، اپنی اور دنیا کی ایسی (Culture) کلچر کرنی ہے، کہ اس کے اندر بھی جنّت کھلا ہو، اور باہر بھی فردوس کا نظارہ ہو، اللہ تعالےٰ نے کیا ہی خوبی سے اس مطلب کو واضح کیا ہے، سورۃ مؤمنون کی ابتداء قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ سے ہوتی ہے، اور جب مومنوں کے صفات بیان کر چکتا ہے، تو فرماتا ہے، اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ۔

فلاح جنّت ہے، اور جنّت اپنی تمام استعدادوں کو خدا کی رضا کے ماتحت بر روئے کار لانا ہے، یہ نشو ونما (Growth) اور ارتقاء ہے، ایسی نشو ونما اور ارتقاء جو ہمیشہ قائم رہنے والی اور بڑھنے اور ترقی کرنے والی ہے۔

سوم۔ آخرت، سکون وجمود اور نہ ہٹنے والی مدہوشی نہیں، بلکہ حرکت وبیداری ہے، ترقی اور ارتقاء، چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"عالم معاد میں ترقیات غیر متناہی ہونگی، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یعنی جو لوگ دنیا میں ایمان کا نور رکھتے ہیں، اُن کا نور قیامت کو ان کے آگے اور ان کے داہنی طرف دوڑتا ہوگا، وہ ہمیشہ یہی کہتے رہیں گے، کہ اے خدا ہمارے نور کو کمال تک پہنچا، اور اپنی مغفرت کے اندر ہمیں لے لے، تُو ہر چیز پر قادر ہے، اس آیت میں جو یہ فرمایا، کہ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہیں گے کہ ہمارے نور کو کمال تک پہونچا، یہ ترقیات غیر متناہیہ کی طرف اشارہ ہے، یعنی ایک کمال نورانیت کا انہیں حاصل ہوگا، پھر دوسرا کمال نظر آئیگا، اس کو دیکھکر پہلے کمال کو ناقص پائینگے، پس کمالِ ثانی کے حصول کے لئے التجا کرینگے، اور جب وُہ حاصل ہوگا، تو ایک تیسرا مرتبہ کمال کا ان پر ظاہر ہوگا، پھر اس کو دیکھکر پہلے کمالات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو ہیچ سمجھیں گے، اور اس کی خواہش کرینگے، یہی ترقیات کی خواہش ہے جو اَتْمِمْ کے لفظ سے سمجھی جاتی ہے۔

غرض اسی طرح غیر متناہی سلسلہ ترقیات کا چلا جائیگا، تنزّل کبھی نہیں ہوگا، اور نہ کبھی بہشت سے نکالے جائینگے، بلکہ ہر روز آگے بڑھینگے اور پیچھے نہ ہٹینگے۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۲۰)

پھر اِغْفِرْ لَنَا کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"مغفرت کے اصل معنے ہیں ناملائم اور ناقص حالت کو نیچے دبانا اور ڈھانکنا۔ سو بہشتی اس بات کی خواہش کرینگے، کہ کمالِ تام حاصل کریں، اور سراسر نور میں غرق ہوجائیں، وہ دوسری حالت کو دیکھکر پہلی حالت کو ناقص پائینگے، پس چاہیں گے، کہ پہلی حالت نیچے دبائی جائے، پھر تیسرے کمال کو دیکھکر یہ آرزو کرینگے، کہ دوسرے کمال کی نسبت مغفرت ہو، یعنی وہ حالتِ ناقصہ نیچے دبائی جاوے، اور مخفی کی جاوے، اسی طرح غیر متناہی مغفرت کے خواہشمند رہیں گے۔"

پس عالمِ معاد لامتناہی ترقیات، بڑھنے اور ارتقا کا مقام ہے، نہ کہ سکون وجمود اور خمار و مستی کا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ فلاح کس طرح حاصل ہوسکتی ہے؟ انسان فطرت پر پیدا کیا گیا ہے، اور معصوم، اس کے اندر پیدائش ہی سے بعض جبلّتیں (Instincts) کام کرنا شروع کردیتی ہیں اور بعض جسمانی نشو ونما کے ساتھ ظہور پذیر ہوتی ہیں، ان تمام جبلّتوں کی تنظیم اور حدود اللہ کے اندر تسکین فلاح ہے۔

مثلاً بھوک وپیاس فطری تقاضے ہیں۔ جب، انسان بھوک وپیاس کی شدّت سے بے قرار ہوتا ہے، تو وہ چاہتا ہے کہ کوئی چیز کہیں سے ملے، تا وہ اپنی اس خواہش کو پورا کرسکے، مذہب کہتا ہے، نہیں، چیز طیّب اور پاک ہونی چاہیئے، اور اس کا حصُول جائز ذرائع اور وسائل سے ہو۔ حلال کماؤ اور طیّب کھاؤ، اور کھاؤ بھی اتنا اور اس طرح کہ تمہاری صحّت وشائستگی کو قائم رکھے، اس ایک جبلّت کی تسکین کے لئے، اتنے قوانین وضوابط ہیں، کہ ان کی حدود کے اندر رہنے کے لئے جہاں اپنے نفس کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خلاف متواتر جہاد کرنا پڑتا ہے، وہاں اپنے ماحول سے بھی نبرد آزما ہونا ضروری ہے، پھر ہمجنسوں سے موانست، میل جول اور اٹھنے بیٹھنے کی جبلّت ہے، اور وہ اسی صورت میں صحیح رنگ میں تسکین پاسکتی ہے جب معاشی قوانین پر عملدر آمد کیا جائے۔

شہوانی اور جنسی جبلّت کو پورا کرنے کے لئے بھی خاص آئین کی پابندی لازمی ہے، ورنہ دنیا میں فتنہ و فساد کی ایسی آگ بھڑک اٹھتی ہے، جو بجھنے میں نہیں آتی، پھر ہمدردی و محبت کا مادہ ہے، جو حدود کے اندر متعین ہو کر ہی نیک نتائج پیدا کرتا ہے۔ یہی حال تجسّس، قوتِ تعمیر، خودی، ملکیّت اور قوتِ مقابلہ وغیرہ کا ہے۔

پس تمام جبلّتوں اور فطری تقاضوں کو ایک نصب العین کے ماتحت ہم آہنگ کرنا، اور انہیں خدا کی رضا کے ماتحت پورا کرنا انسانی فلاح کا باعث ہے۔ نفس کشی، جبلّتوں کی تعدیم مُردنی و زدال لاتی، اور دنیا سے کنارہ کشی سکھاتی ہیں۔ جبلّی خواہشات، اور ان کو خاص قوانین و ضوابط کے اندر پورا کرنا، نفس اور ماحول کے خلاف جہاد کے بغیر ناممکن ہے، یہی وجہ ہے، کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاد کو رُہبانیتِ اسلام قرار دیا ہے (اَلْجِهَادُ رُهْبَانِيَّةُ الْاِسْلَامِ) اور اللہ تعالےٰ نے بھی اپنے تک پہونچنے کا ذریعہ جہاد بتایا ہے۔ فرمایا، وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا،

ابتدائی اقساط میں بتایا جا چکا ہے، کہ علم و معرفت کے تین مدارج ہیں، علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین۔ علم الیقین عقل و نقل سے حاصل ہوتا ہے، عین الیقین وحی و الہام سے، اور حق الیقین الٰہی ہدایات کو عملی جامہ پہنانے سے۔ پہلے دو مدارج پر اسلام اور علمیات کے عنوان کے ذیل میں بحث ہو چکی ہے، اب تیسرے درجے کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے، جو فلاح کے مترادف ہے، کیونکہ یہ تیسرا درجہ مسلسل جہاد ہی سے نصیب ہو سکتا ہے، چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"تیسرا علم کا ذریعہ وہ اُمور ہیں، جو حق الیقین کے مرتبہ پر ہیں، اور وہ تمام شدائد اور مصائب اور تکالیف ہیں، جو خدا کے نبیوں اور راستبازوں کو مخالفوں کے ہاتھوں سے یا آسمانی قضاؤ قدر سے پہونچتے ہیں، اور اس قسم کے دکھوں اور تکلیفوں سے وہ تمام شرعی ہدایتیں جو محض علمی طور پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انسان کے دل میں تھیں، اس پر وارد ہو کر عملی رنگ میں آجاتی ہیں، اور پھر عمل کی زمین سے نشو ونما پاکر کمالِ تام تک پہونچ جاتی ہیں، اور عمل کرنے والوں کا اپنا ہی وجود ایک نسخہ مکمل خدا کی ہدایتوں کا ہوجاتا ہے، اور وہ تمام اخلاق عفو اور انتقام اور صبر اور رحم وغیرہ جو صرف دماغ اور دل میں بھرے ہوئے تھے، اب تمام اعضاء کو عمل مزاولت کی برکت سے ان سے حصّہ ملتا ہے، اور وہ تمام جسم پر وارد ہو کر اپنے نقش و نگار اس پر جما دیتے ہیں۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۵۳)

پس فلاح، جنّت، حق الیقین، اور جہاد ایک ہی حقیقت کے مختلف پہلو ہیں، اور جو لوگ مذہب کو سکون وجمود اور افیون کے نشہ سے تعبیر کرتے ہیں، وہ سخت غلطی پر ہیں، کیونکہ مذہب سراپا عمل ہے، اور جد وجہد اندر اور باہر تغیر وتبدل چاہتا ہے، بڑھنا، پھلنا پھولنا اور ارتقاء، فلاح وجنّت اس کا مقصود ومنتہا ہے، اسی میں معرفتِ الٰہی کا کمال، حق الیقین کا مرتبہ، اور نفسِ مطمئنہ کا درجہ ہے۔ اس ضمن میں ایک بزرگ صوفی کا قول قابلِ ذکر ہے، جسے علّامہ اقبال نے اپنے لیکچر "کیا مذہب ممکن ہے"؟ میں پیش کیا ہے:-

"In the words of a muslim sufi, 'no understanding of the Holy Book is possible until it is actually revealed to the believer just as it was revealed to the Prophet."

یعنی کوئی مومن قرآنِ حکیم کو سمجھ نہیں سکتا، جب تک وہ اس پر اسی طرح نازل نہ ہو، جس طرح رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے حق الیقین کے مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے، اور خدا تعالےٰ کو یہی منظور تھا، کہ اس زمانے میں ایک ایسا مردِ حق پیدا ہو، جس پر پھر قرآنِ حکیم کا نزول

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہو، اور وہ خدا کی ہدایتوں کا مکمل نسخہ بن جائے، یہی وجہ ہے، کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے ماتحت ایک ایسا شخص مبعوث فرمایا، جسے ثریا سے ایمان لانا تھا، اور جس کے زمانے میں قرآن حکیم کا دوبارہ نزول ہونا تھا، اسی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے ربّ العٰلمین نے اس پر وحی نازل کی، اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قَرِيْبًا مِّنَ الْقَادِيَان - اللہ تعالیٰ کی یہی مشیّت ہے، کہ قادیان ہی سے لوگوں کو حق الیقین کا رتبہ ملے، اور قرآنی ہدایات کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش ہو۔ کہاں ہیں وہ مُنکر جو اس الہام پر اعتراض کرتے ہیں، اگر وہ سطور بالا کی روشنی میں اس الہام پہ غور کریں، تو انہیں اس کی حقیقت معلوم ہوجائے گی۔

بدقسمتی سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے ایک طبقہ میں جہاد کے متعلق غلط فہمی پائی جاتی ہے، جس کا دُور کرنا ضروری ہے، بعض جاہل مسلمان خیال کرتے ہیں، کہ کافروں کو مارنا، اور انہیں بزورِ شمشیر مسلمان کرنا جہاد ہے۔ اور ان کے اس قسم کے معتقدات سے متاثر ہوکر غیر مسلم طبقہ اسلام پر معترض ہوتا ہے، غیر احمدیوں میں احمدیّت کے خلاف یہ غلط فہمی پھیلائی گئی ہے، کہ احمدی جہاد کے منکر ہیں، اب دیکھنا یہ ہے، کہ جہاد ہے کیا؟ اس کے متعلق صاحبزادہ میاں ناصر احمد صاحب کا ایک عالمانہ مضمون ریویو میں شائع ہورہا ہے، محقق حضرات کو اس کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ میں اس وقت صرف یہ بتانا چاہتا ہوں، کہ احمدی جہاد کے منکر نہیں، بلکہ اس خیال کے مخالف ہیں، کہ دین میں جبر جائز ہے، اور کافروں کو قتل کرنا ثواب، چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں:۔

"اس وقت دین کے نام سے تلوار یا ہتھیار اٹھانا سخت گناہ ہے، ہم کو ان وحشی سرحدیوں پر افسوس آتا ہے، کہ وہ آئے دن جہاد کے نام سے بعض وارداتیں کرکے، جو در اصل اپنا پیٹ پالنے کے لئے کرتے ہیں، اسلام کو بدنام کرتے ہیں، اور امن میں خلل انداز ہوتے ہیں، ایک سچے مسلمان کو ان وحشیوں کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں چاہیئے۔"

اکراہ فی الدین قرآنی ارشادات کے ماتحت سراسر ناجائز ہے، اور حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے قرآنی تعلیمات ہی کو صحیح رنگ میں پیش فرمایا ہے، غیر احمدی علماء اور لیڈروں کو بھی یہ امر تسلیم کرنا پڑا ہے،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چنانچہ ان کی کتب و بیانات میں بھی جہاد کے متعلق وہی خیال پایا جاتا ہے، جو احمدیت پیش کرتی ہے، حال ہی میں ڈاکٹر خان صاحب وزیر اعظم صوبۂ سرحد نے ایک سرحدی گاؤں میں تقریر کرتے ہوئے کہا، کہ:-

"ڈاکوؤں اور بدمعاشوں کا چاہے کوئی مذہب ہو، وہ مذمت کے قابل ہیں، کئی لوگ ڈاکوؤں اور لٹیروں کو غازی کا خطاب دیتے ہیں، مگر ڈاکو اور بدمعاش ہرگز غازی نہیں ہو سکتے۔"

اسی طرح علّامہ سید سلیمان ندوی نے سیرۃ النبیؐ جلد پنجم میں جہاد پر ایک مفصل مضمون لکھا ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں:-

"یہاں ایک شبہ کا ازالہ کرنا ضروری ہے، اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں، کہ جہاد اور قتال دونوں ہم معنے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے، قرآنِ پاک میں دونوں لفظ الگ الگ استعمال ہوئے ہیں، اس لئے جہاد فی سبیل اللہ (خدا کی راہ میں جہاد کرنا) اور قتال فی سبیل اللہ (خدا کی راہ میں لڑنا) ان دونوں لفظوں کے ایک معنے نہیں، بلکہ ان دونوں میں عام وخاص کی نسبت ہے، یعنی ہر جہاد، قتال نہیں ہے، بلکہ جہاد کی مختلف قسموں میں سے ایک قتال اور دشمنوں سے لڑنا بھی ہے۔" (صفحہ ۳ تا ۱۷۱)

پھر جہاد کی کئی اقسام بیان کی ہیں، مثلاً اپنے نفس کے ساتھ جہاد، جسے جہادِ اکبر کہتے ہیں، جہاد بالعلم، تبلیغ واشاعت، جہاد بالمال، وغیرہ۔

علّامہ اقبال جاوید نامہ صفحہ ۲۳۵ میں فرماتے ہیں ؎

صحبتش با عصرِ حاضر در گرفت حرفِ دیں را از دو پیغمبر گرفت
آں ز ایراں بود و ایں ہندی نژاد آں ز حج بیگانہ و ایں از جہاد

ان اشعار میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر یہ طعن کیا گیا ہے کہ آپ نعوذ باللہ من ذالک جہاد سے بیگانہ تھے، اور اسی خیال کے ماتحت "اسلام اور احمدازم" میں حضرت مسیح موعود کو "زوال کی روح" سے الہام یافتہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:-

I dare say the founder of the Ahmadiyya

Digitized by Khilafat Library Rabwah

movement did hear a voice; but whether his voice came from the God of life and Power or arose out of the spiritual improverishment of the people must depend upon the nature of the movement which it has created and the kind of thought and emotion which it has given to those who have listened to it.

یعنی تحریک احمدیت کے بانی نے یقیناً ایک آواز سُنی، لیکن اس امر کا فیصلہ کہ یہ آواز خدائے حیّ و قادر کی طرف سے آئی، یا لوگوں کے روحانی افلاس سے اُٹھی، اس تحریک کی نوعیّت پر جو اس نے پیدا کی، اور ان خیالات و جذبات پر منحصر ہے جو ان لوگوں کے اندر پیدا ہوئے جنھوں نے اس آواز کو سُنا۔

علاّمہ اقبال کو اس بات سے انکار نہیں، کہ حضرت مرزا صاحب نے آواز سُنی، اگر شک ہے تو اس کے منبع کے متعلق ہے، اور شک کی وجہ یہ ہے، کہ اس میں جہاد کو منسوخ کیا گیا ہے، اور زوال و غلامی کے جذبات و خیالات پیدا کئے گئے ہیں۔

غالبًا اقبال پہلے شخص ہیں جنھوں نے حضرت اقدس مرزا صاحب کو زوال کا پیغام دینے والا بتایا ہے، کیونکہ مولوی لوگ ہمیشہ ان پر یہ اعتراض کرتے آئے ہیں، کہ ان کے الہامات میں خودستائی بلکہ خدائی کا دعوٰی پایا جاتا ہے، اور گورنمنٹ کو یہ کہکر ڈرایا کرتے ہیں، کہ احمدی اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

اگر علاّمہ اقبال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب و الہامات پر گہری نظر ڈالتے، تو انہیں معلوم ہو جاتا، کہ آپ کے الہامات میں پیغامِ زندگی ہے، نیز ان میں ترقی و اقبال اور حکومت و جلال کی بشارتیں ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرآن کریم کی مثل پیش کرنے کی تحدّی

(درس القرآن فرمودہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز)

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ
فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ
وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ
اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ فَاِلَّمْ
یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ
اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

(ہود - ۲)

کیا وہ کہتے ہیں (کہ) اس نے اس (کتاب) کو اپنے پاس سے گھڑ لیا ہے۔ تُو (انہیں) کہہ کہ اگر تم (اس بیان میں) سچے ہو تو اس جیسی دس سورتیں اپنے پاس سے گھڑی ہوئی (بنا) لاؤ اور اللہ (تعالیٰ) کے سوائے جس (کو) بھی اپنی مدد کیلئے (بلانے) کی تمہیں طاقت ہو اُسے بلا لو۔ پس اگر وہ تمہاری (یہ) بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ (یہ علوم کا خزانہ) جو (تم پر) اتارا گیا ہے اللہ (تعالیٰ) کے (خاص) علم پر مشتمل ہے۔ اور یہ کہ اسکے سوا کوئی (ہستی) بھی پرستش کے لائق نہیں۔ پس کیا تم کامل فر[ما]نبردار بنو گے (یا نہیں)۔

اس آیت سے میرے ان معنوں کی جو پہلی آیت میں میں نے کئے تھے، تصدیق ہو گئی۔ گذشتہ آیت میں کفار کے اس اعتراض کے کہ اب یہ ہمارے اعتراضوں سے ڈر کر قرآن کریم کے بعض حصّوں کو ضرور چھوڑ دے گا، دو۲ جواب دیئے گئے ہیں، اوّل یہ کہ تُو تو نذیر ہے، تُو نے خدائی کا دعویٰ تو کیا ہی نہیں، کہ یہ چیزیں (خزانہ اور فرشتے) ساتھ لانا بھی تیرا کام ہو۔ دوم یہ کہ تُو تو پیغامبر ہے، جو پیغام تجھے ملے گا، تُو اس کے ظاہر کرنے پر مجبور ہے۔ اس جواب پر کفّار کی طرف سے یہ اعتراض ہو سکتا تھا، کہ یہ تو صرف تمہارا دعوےٰ ہے، کہ تم خدا تعالےٰ کی طرف سے ہو، ہمارا خیال تو یہی ہے، کہ جب تمہارے ساتھ کوئی خاص طاقت نہیں، تو تم مفتری ہو۔ سو اس اعتراض کا جواب اس آیت میں دیا، کہ گو ظاہری خزانے ابھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں ہیں، مگر باطنی خزانہ موجود ہے، اور خزانہ بھی وہ جس کے برابر ایک انسان تو کیا سب دنیا کے پاس مجموعی طور پر بھی دولت نہیں ہے، اور وہ قرآن کریم ہے، پس اگر تم اس دعویٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عجیب بات یہ ہے، کہ علامہ اقبال کہنے جہاد کے مسئلہ پر ہی احمدیت کو زوال کا حامل بتایا، اور حضرت اقدسؑ کا ایک ایمان افروز کشف بھی جہاد کے متعلق نظم کے ضمن ہی میں بیان ہوا ہے، ضمیمہ تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۳۹ پر حضرت اقدسؑ کی جہاد کے متعلق نظم درج ہے، جس کا ایک مصرع یہ ہے ؎

اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے

اس مصرع میں امام کے لفظ پر حاشیہ کا نشان (٭) لگا کر حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایک زبردست الہام اور کشف:۔ آج ۲ر جون ۱۹۰۰ء کو بروز شنبہ بعد دوپہر دو بجے کے وقت مجھے تھوڑی سی غنودگی کے ساتھ ایک ورق جو نہایت سفید تھا دکھلایا گیا اس کی آخری سطر میں لکھا تھا اقبال.......... پھر ساتھ ہی یہ الہام ہوا:۔ قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے ؛ کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے"

.... اس کے بعد ۳- جون ۱۹۰۰ء کو بوقت ساڑھے گیارہ بجے یہ الہام ہوا:۔ "کافر جو کہتے تھے وہ نگونسار ہو گئے ؛ جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہو گئے"

جہاد کی نظم کے سلسلہ میں پہلے "اقبال" کا لفظ دکھائی دینا، پھر اشعار میں الہام ہونا، اہلِ ذوق کے لئے ایمان افزا بات ہے، بالخصوص جبکہ ڈاکٹر اقبال نے جہاد کے متعلق حضرت اقدس کی تعلیم کی وجہ سے انہیں زوال کا پیغمبر قرار دیا ہے۔

ان الہامات میں اقبال اور قادر کے الفاظ قابلِ غور ہیں، ڈاکٹر صاحب موصوف کے اعتراض میں زوال Decadence اور God of Life and Power کے الفاظ آتے ہیں، اور حضور کے الہامات میں اقبال اور قادر کے الفاظ۔ فتدبروا یا اولی الابصار۔

پھر گرفتاری، اور نگونساری کا کرشمہ بھی ملاحظہ ہو، علی گڑھ میگزین کے اقبال نمبر بابت ماہِ اپریل ۱۹۳۸ء میں علامہ موصوف کا ایک خط چھپا ہے، جس کا عکس ہمایوں بابت جون ۱۹۳۸ء میں دیا گیا ہے، اس میں جہاد کے متعلق ڈاکٹر صاحب نے ایک اعتراض کا جو اُن پر کیا گیا تھا، جواب دیا ہے، اُسے پڑھیئے، اور غور کیجئے، کہ کس طرح انہیں احمدیت کے نقطۂ نگاہ کی طرف لوٹنا پڑا۔ دھوھٰذا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"معترض کا یہ کہنا کہ اقبال اس دَورِ ترقی میں جنگ کا حامی ہے، غلط ہے۔ مَیں جنگ کا حامی نہیں ہوں، نہ کوئی مسلمان شریعت کی حدود معینہ کے ہوتے ہوئے اس کا حامی ہوسکتا ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کی رُو سے جہاد یا جنگ کی صرف دو صُورتیں ہیں، محافظانہ اور مصلحانہ۔ پہلی صورت میں یعنی اس صورت میں جبکہ مسلمانوں پر ظلم کیا جائے، اور ان کو گھروں سے نکالا جائے، مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی **اجازت** ہے (نہ حُکم) دوسری صورت میں جس میں جہاد کا حکم ہے، ۹:۴۹ میں بیان ہوئی ہے، ان آیات کو غور سے پڑھیئے، تو آپ کو معلوم ہوگا، کہ وہ چیز جس کو سیموئل ہور جمعیت اقوام کے اجلاس میں Collective Security کہتا ہے قرآن نے اسکا اصول کس سادگی اور فصاحت سے بیان کیا ہے، اگر گذشتہ زمانے کے مسلمان مدبرین و سیاسیّین قرآن پر تدبر کرتے تو اسلامی دنیا میں جمعیت اقوام کو بنے ہوئے آج کئی صدیاں گذر گئی ہوتیں، جمعیت اقوام جو زمانہ حال سے بنائی گئی ہے، اس کی تاریخ بھی یہی ظاہر کرتی ہے، کہ جب تک اقوام کی خودی قانونِ الٰہی کی پابند نہ ہو، امن عالم کی کوئی سبیل نہیں نکل سکتی۔ جنگ کی مذکورہ بالا دو صورتوں کے سوائے مَیں اور کسی جنگ کو نہیں جانتا، جُوعِ الارض کی تسکین کے لئے جنگ کرنا دین اسلام میں حرام ہے، علیٰ ہٰذا القیاس دین کی اشاعت کے لئے تلوار اٹھانا بھی حرام ہے۔" سطورِ بالا کو بار بار مطالعہ کیجئے اور دیکھیئے کہ ان میں کس طرح احمدیّت کی تائید کی گئی ہے، یہی وجہ ہے، کہ مَیں اقبال کے متعلق ہمیشہ کہا کرتا ہوں ؎ "قلبِ او مومن دماغش کافر است" احمدیّت بھی محافظانہ و مصلحانہ جنگ کی قائل ہے، اور دین میں جبر کی مخالف۔ وہ لوگ جو دین کی اشاعت کیلئے تلوار اٹھانا فرض سمجھتے ہیں، اپنے گریبانوں میں منہ ڈالیں اور دیکھیں، کیا وہ جہاد کا فریضہ ادا کر رہے ہیں، کونسی جماعت ہے، جو جان و مال کو دین کیلئے قربان کر رہی ہے، اور تبلیغ حق کے لئے دنیا کے کناروں تک پھیل گئی ہے، معترضین میں سے کتنے ہیں، جنہوں نے جہاد کی باقی اقسام میں حصّہ لیا ہے، اور دین کیلئے قربانیاں کی ہیں۔ المختصر مقصود حیات فلاح ہے، اور اسکے لئے جہاد از بس لازمی۔ اپنے نفس سے جہاد اور ماحول سے جدوجہد، اپنا سب کچھ خدا کیلئے قربان کرنا، اور وقت آئے اور ضرورت پڑے تو تلوار لیکر میدان میں کُود پڑنا بھی جہاد ہے، تا آخرت کی کھیتی کو خون سے سینچا جائے، کیونکہ جنّت میں انگور کی بیلیں بھی ہونگی جنہیں خون [۲۴]

[۲۴] کی کھاد کی ضرورت ہے۔ اقبال کے اندھے مقلدوں کیلئے جو اسکی رُوح کو نہیں سمجھتے، اسی کے اشعار بطور اتمامِ حجت پیش کرتے ہوئے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ زندہ رود ؎ نقشِ حق را در جہاں انداختند ÷ من نمی دانم چساں انداختند ÷ حلاج ؎ یا بزورِ دلبری انداختند ÷ یا بزورِ قاہری انداختند ÷ زانکہ حق در دلبری پیدا تر است ÷ دلبری از قاہری اولیٰ تر است ÷

(جاوید نامہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک تبلیغی خط

بعض اہم سوالات کے جوابات

(از جناب نواب اکبر یار جنگ بہادر حیدر آباد دکن)

جناب مکرم!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

آپ کے کرمنامے مورخہ ۱۰ رجون کا جواب مَیں ابھی تک نہیں دے سکا ہوں، جواب وقت اور فرصت چاہتا تھا، اور مَیں اپنے مصروف اوقات میں اس کی گنجائش نہیں پاتا تھا، لیکن الحمدللہ کہ محرم کی تعطیلات میں مجھے اس کا موقع مل گیا، اس لئے آپ کے استفسارات کا جواب لکھتا ہوں۔ اس عرصہ میں آپ کے خط کی رسید اور چند کتابیں بھیج چکا ہوں، منتظر تھا، کہ آپ کتابیں پڑھنے کے بعد اپنے خیالات کا اظہار کرینگے، لیکن اس وقت تک آپ نے کچھ نہ لکھا، غالبًا ابھی مطالعہ کتب سے فراغت نہ ہوئی ہوگی۔

آپ نے اپنے خط مورخہ ۱۰ رجون میں جو استفسارات کئے ہیں، معلوم نہیں ان کی نقل آپ کے پاس ہے، یا نہیں، اس لئے مَیں ان سوالات کو بجنسہٖ ذیل میں لکھتا ہوں، تاکہ جواب کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ آپ کے استفسارات اور خط کی عبارت کا وہ حصہ جو اُن استفسارات سے متعلق ہے، حسب ذیل ہے:۔

"مجھکو تلاش اصولاتِ اسلام نہیں، بلکہ موازنۂ مذاہب اور ضرورتِ مذہب کو سمجھنا چاہتا ہوں، لہٰذا اگر فرصت ہو تو ذیل کے دو سوالات کا جواب عنایت فرمادیں:۔

پہلا سوال (الف) کس لحاظ سے اسلام دوسرے مذاہب سے بہتر ہے؟ اس میں موجودہ زمانہ میں ایسی کونسی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

برتر خوبی ہے؟

(ب) اگر اسلام برتر مذہب ہے، تو قومِ اسلام میں مسرت و دولتِ دُنیا کیوں نابود ہے؟

دوسرا سوال۔ (الف) اگر آدمی شریف ہے، اور ہر امر میں اپنی ضمیر کو کام میں لاتا ہے، تو اُس کو مذہب خاص رکھنے کی کیوں ضرورت ہے؟

(ب) موجودہ حالتِ اسلام میں ایک پیغمبر کی ضرورت ہے، اس پیغمبر کی کیا شناخت ہے؟

(ج) انسان کا ذریعہ نجات کیا ہے؟ کیا ایسا پیغمبر جس کی ضرورت ہے، نجات دہندہ بھی ہے؟

(د) روحِ انسان کا انجام کہاں ہے؟

(ھ) کیا جنّت اور دوزخ حقیقی مقامات ہیں، یا صرف فرضی؟

(و) حیاتِ ابدی نام کا باقی رہنا ہے، یا درحقیقت روح کے واسطے کوئی مقام ہے؟"

میں نے صرف پہلے سوال کا جواب دینے کا ارادہ کیا ہے، اس لئے جو کچھ لکھونگا، صرف اسی کی نسبت لکھونگا، اسی کے ضمن میں اس سوال کا جزء ب اور سوال نمبر ۲ کے جزء الف کا جواب بھی آجائیگا، بقیہ سوالات کے جواب میں صرف اپنے معلومات کا اظہار کر دونگا، اس کے لئے دلائل اور تفصیل کی ضرورت نہیں ہے، پہلے سوال کے جواب میں مجھے اندیشہ ہے کہ ناگوار طوالت نہ ہو جائے، اس لئے تا حدّ امکان میں اختصار اور بعض مقامات پر صرف اشاروں سے کام لونگا، اگر آپ ضرورت محسوس کرینگے، تو بعد میں صراحت کی جا سکے گی، (انشاء اللہ) ورنہ مکمل اور تفصیلی جواب ان خطوط کی گنجائش سے باہر ہے، وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ۔

آپ کے پہلے سوال کا جواب سمجھنے کے لئے ضروری ہے، کہ مذہب کی ضرورت اور اس کا نتیجہ یعنے فائدہ معلوم کر لیا جائے، اس لئے کہ جب تک یہ نہ معلوم ہو، کہ کسی چیز کی ضرورت اور اس کا فائدہ کیا ہے، اس وقت تک اس چیز کے مختلف انواع و اقسام میں باہم مقابلہ نہیں کیا جا سکتا، ایک شے کو دُوسری پر ترجیح اس کی ضرورت اور فائدے کے لحاظ سے دی جا سکتی ہے، مثلاً زندگی کے لئے کھانے پینے اور ہوا کی ضرورت ہے، لیکن ان تینوں ضروریات میں سے ہوا کو سب پر ترجیح اس لئے حاصل ہے کہ اُسکے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بغیر کوئی جاندار ایک منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتا، ممکن ہے، کہ کھانے اور پینے کے بغیر کوئی جاندار کئی گھنٹے یا کئی دن بلکہ کئی ہفتے گذار دے، لیکن ہوا کے بغیر ایک منٹ ایک لحظہ بھی زندہ نہیں رہ سکتا، اس لئے ہوا زندگی کے لئے سب سے زیادہ ضروری اور مفید ہے، لہذا ہوا کو کھانے اور پینے پر ترجیح ہے۔ یہی اصول دنیا کی ہر چیز کے جانچنے کا ہے، اور مذہب بھی اسی صاف اور سادہ اصول پر جانچا جا سکتا ہے۔ اگرچہ آپ کے سوال اوّل کی ترتیب سے ظاہر ہے، کہ مذہب کی ضرورت تسلیم کر لی گئی ہے، اور دریافت طلب صرف یہ امر ہے، کہ اسلام کو دوسرے مذاہب پر کیا ترجیح ہے؟ لیکن آپ کے سوال نمبر ۲ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ یہ بھی معلوم کرنا چاہتے ہیں، کہ مذہب کی فی الواقع کیا ضرورت ہے، خصوصاً جبکہ ایک معقول اور شریف انسان اپنی ضمیر کی ہدایت سے ہر کام کر سکتا ہے، اس لئے ضرورت ہے، کہ سوال نمبر ۱ کا جواب دینے سے پہلے سوال نمبر ۲ پر غور کر لیا جائے، تا کسی مذہب کو انتخاب کرنے سے پہلے فی نفسہٖ مذہب کی ضرورت ذہن نشین ہو جائے۔

مذہب کی ضرورت پر غور کرنے کے لئے سوال نمبر ۲ کے جزء الف نے کسی قدر آسانی پیدا کر دی ہے، آپ کے اس سوال سے یہ واضح ہے، کہ آپ انسان کے لئے بہرحال کسی نہ کسی ہدایت کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، لیکن آپ خود انسان کی ضمیر ہی کو اُس کی ہدایت کے لئے کافی خیال کرتے ہیں، اور جدید تعلیم یافتہ اکثر اسی خیال کے پائے جاتے ہیں، لیکن شاید ضمیر کے صحیح مفہوم پر کبھی غور ہی نہیں کیا جاتا ہے، اگر ضمیر کا صحیح مفہوم سمجھ لیا جاتا، تو شاید اس کو کبھی مذہب کے مقابلہ میں پیش نہ کیا جاتا، کیا آپ خیال کرتے ہیں، کہ ہر شخص کا ضمیر یکساں ہے؟ اگر ایسا ہے تو چور، ڈاکو، زانی، اور ظالم کو کیا کہئے گا؟ اگر چور، ڈاکو، زانی اور ظالم کے پاس وہی ضمیر ہے، جو ایک مقدس پادری و پنڈت و مولوی کے پاس ہے، تو ان مقدسین کو اچھا اور چور، ڈاکو، زانی اور ظالم کو بُرا کیوں سمجھا جاتا ہے؟ اگر دونوں کے ضمیر جداگانہ نوعیت رکھتے ہیں، تو یہ معلوم کرنے کا کیا معیار ہوگا، کہ چور، ڈاکو کا ضمیر قابلِ سرزنش اور پادری و پنڈت کا لائقِ ستائش ہے؟

اگر آپ غور کرینگے، تو آپ پر واضح ہو جائیگا، کہ انسان کے خیالات، اور نہ صرف خیالات بلکہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جذبات بھی اس کے ماحول سے پرورش پاتے ہیں، اور یہی تربیت یافتہ خیالات جب قلب و دماغ میں راسخ ہوجاتے ہیں، تو انسان کا ضمیر بن جاتے ہیں، یا یوں سمجھیئے، کہ ضمیر انہیں کے رنگ میں رنگین ہوجاتا ہے، اور سوائے اس رنگ کے دوسرا رنگ دیکھ اور قبول کرسکتا ہی نہیں۔ ایک انسان جس ماحول میں پرورش و تربیت پاتا ہے، اس کے خلاف وہ سوچ اور سمجھ سکتا ہی نہیں، اس لئے ایک عمدہ ضمیر پیدا کرنے اور اس کو تربیت دینے کے لئے ایک عمدہ ماحول کی ضرورت ہے۔ پس ضمیر فی حدّ ذاتہ انسان کا ہادی قرار نہیں دیا جاسکتا، وہ خود محتاج تعلیم و تربیت و ہدایت کا ہے، ورنہ محض غیر تربیت یافتہ ضمیر کسی عمل کے جواز یا عدم جواز کا معیار قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ جب اندرونی ہادی (ضمیر) خود ہی بیرونی ہدایت کا محتاج قرار پاتا ہے، تو ظاہر ہے، کہ انسان کو اپنا ہادی باہر ہی تلاش کرنا پڑیگا، اور وہ اپنے لئے سوائے مذہب کے کسی دوسرے کو اپنی ہدایت کیلئے منتخب نہیں کرسکتا، کیونکہ مذہب کی نسبت یہ دعویٰ کیا جاتا ہے، کہ وہ خدا کی جانب سے انسان کی کامل تربیت اور ظاہری و باطنی نشو و نما کیلئے ایسے کامل و مکمل انسانوں کے ذریعہ سے جو ظاہری و باطنی تربیت یافتگی کا اکمل ترین نمونہ ہوتے ہیں، بھیجا جاتا ہے، اور ظاہر ہے، کہ وہ چیز جو اس ذات کی جانب سے جس نے انسان کو پیدا کیا ہے، انسان کی نشو و نما و تربیت کے لئے بھیجی جائے، بہرحال، ان تمام چیزوں سے افضل و اعلیٰ ہوگی، جو خود انسان نے اپنے لئے تجویز کرلی ہیں۔ جس طرح ایک مشین کا صرف دیکھنے والا اس کے اندرونی و بیرونی پرزوں، اس کی ساخت، طریقِ استعمال اور ذرائع حفاظت سے بغیر اس کے موجد و کاریگر کے اطلاع کے واقف نہیں ہوسکتا، اسی طرح ایک انسان اپنی ظاہری و باطنی قویٰ کے طریقہ استعمال اور ذریعہ حفاظت سے اُس وقت تک واقف نہیں ہوسکتا جب تک اس کا پورا علم اس کے خالق و موجد کی جانب سے نہ دیا جائے۔ یہ بات سمجھانے کیلئے کہ مذہب کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی ضمیر یا ظاہری و باطنی قویٰ کی پرورش و تربیت کے لئے بھیجا ہے، شاید ایک چھوٹی سی مثال کافی ہوگی، اور یہ مثال خود انسان کی خلقت کے اندر موجود ہے، انسان کے ظاہری حواس میں سے آنکھ دیکھنے کا، کان سننے کا، ناک سونگھنے کا اور پاؤں چلنے کا کام دیتے ہیں لیکن کوئی آنکھ اس وقت تک نہیں دیکھ سکتی، جب تک خارجی روشنی اشیاء کا عکس اس آنکھ کے آئینہ پر نہ ڈالے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور کوئی کان اس وقت تک نہیں سُن سکتا، جب تک انسان کے مُنہ کی ہوا (آواز) کرّۂ ارض کی ہوا میں تموّج نہ پیدا کرے۔ کوئی ناک نہیں سونگھ سکتی، جب تک ہوا کسی خوشبو کے ذرّات خود جذب کر کے ناک کے آلات تک نہ پہونچائے، اور کوئی پاؤں اس وقت تک قطع ارض نہیں کر سکتا، جب تک زمین کی کشش انسان کے پورے جسم کے بوجھ کو ایک مرکز ثقل پر نہ قائم کردے۔ پس گو انسان آنکھ سے دیکھتا، کان سے سُنتا اور ناک سے سُونگھتا ہے لیکن یہ انسانی قویٰ روشنی وہوا کی خارجی امداد کے بغیر کام نہیں دے سکتے۔ اس علیم وحکیم خدا کا یہی انتظام انسان کے اندرونی قویٰ کی پرورش واستعمال کیلئے یہی ہے، اور ظاہری قویٰ کے ظاہری انتظامات کے ساتھ ہی یہ بات بآسانی ذہن میں آسکتی ہے، کہ جس خدا نے انسان کے ظاہری قوٰے کے قیام وترقی کے لئے یہ اسباب پیدا کردیئے ہیں، اسی خدا نے انسان کے باطنی قوٰے کے قیام وترقی کے لئے بھی کچھ خارجی اسباب پیدا کئے ہونگے، کوئی معقول آدمی یہ تصوّر کر ہی نہیں سکتا، کہ جس خدا نے آنکھ کے دیکھنے کے لئے سورج، چاند تارے، بجلی اور روشنی پیدا کردی، جس نے ناک کے سونگھنے اور کان کے سُننے کیلئے ہوا سے کام لے لیا، جس نے انسان کو زمین پر چلنے کے لئے خود زمین میں قوتِ کشش پیدا کردی ہے، وہ ذات اندرونی وباطنی قویٰ کی تربیت وپرورش استحکام وترقی کے لئے کوئی ذرائع مہیّا کرنے سے غافل رہی۔ پس جب باطنی قویٰ کا وجود اور اس کی تربیت وپرورش کی احتیاج مسلّم ہے، تو ان ذرائع واسباب کا وجود بھی یقینی ہوجاتا ہے، جو انسان کی ظاہری وباطنی قوٰی کی پرورش وتربیت وتکمیل کے لئے ضروری ہیں، اُنہیں ذرائع و اسباب کا نام بحیثیت مجموعی مذہب ہے، جو انسان کے ظاہری وباطنی قوٰے وضمیر کی تربیت وتکمیل کا ضامن ہے۔

اس بیان سے آپ پر مذہب کی حقیقت اور ضرورت اور یہ امر واضح ہوجائیگا، کہ محض ضمیر کی ہدایت انسانیت کی تکمیل کے لئے کافی نہیں ہے، اسی طرح آپ کے سوال نمبر دوم کے جزو اوّل الف کا جواب بیانِ بالا سے مکمل ہوگیا۔

اس تمہید کے بعد آپ کے بقیہ سوالات کا جواب، اور اس کا سمجھنا آسان ہوجائیگا، پہلے سوال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے جزو اوّل کا جواب دینے کے لئے مَیں نے صرف اُن بڑے چار مذاہب کو پیش نظر رکھا ہے جن سے ہم کو ہندوستان میں سابقہ پڑتا رہتا ہے، یعنی ہندو ازم، یہودیت، عیسائیت اور اسلام۔

جیسا کہ مَیں تمہید میں بیان کر چکا ہوں، مذہب کی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے، کہ "وہ خدا کی جانب سے انسان کی کامل تربیّت اور ظاہری و باطنی نشو و نما کے لئے ایسے کامل و مکمل انسانوں کے ذریعہ سے جو ظاہری و باطنی تربیت یافتگی کا اکمل ترین نمونہ ہوتے ہیں، بھیجا جاتا ہے۔"

اس مقدمہ کے لحاظ سے ہر مذہب کے جانچنے کے لئے دو امور تنقیح طلب ہوتے ہیں:۔

اوّل یہ کہ کسی مذہب کے خدا کی جانب سے ہونیکا وثیقہ یعنی ثبوت کیا ہے؟

دوم یہ کہ اس مذہب کی تعلیمات انسان کی ظاہری و باطنی نشو و نما یعنی انسانیت کی تکمیل کیونکر اور کس طرح کر سکتی ہیں؟

تنقیح نمبر اوّل کے جواب میں ہندو مت والے وید کو، یہودی توریت کو، عیسائی انجیل کو اور مسلمان قرآن شریف کو یعنی اپنی اپنی آسمانی کتابوں کو بطور وثیقہ اور سند کے پیش کرتے ہیں، ان میں سب سے پہلی سند وید اور آخری سند قرآنِ پاک ہے، لیکن یہودی اور عیسائی اپنی تائید میں آخری سند یعنی قرآن مجید کا بھی حوالہ دیتے ہیں، کہ ہماری اسناد کی توثیق قرآنِ مجید سے ہوتی ہے، بلا شبہ قرآن مجید میں توریت و انجیل کا ذکر ہے، اور یہ ذکر تعریف و تصدیق کے ساتھ ہے، مگر اس کے ساتھ ہی قرآن شریف میں یہود و نصاریٰ کی تحریف بھی بیان کی گئی ہے، اور ہر جگہ اس تحریف کے لئے ان کو ملزم گردانا گیا ہے، مثلاً سورۂ البقرہ رکوع ۹ میں ہے، فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝[1]

سورۂ آلِ عمران میں ارشاد ہوتا ہے، وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ

---

[1] ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو کتاب اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تا اسکے عوض تھوڑی قیمت لیں، پس ہلاکت ہے ان کے لئے بوجہ اسکے جو انکے ہاتھوں نے لکھا اور ہلاکت ہے انکے لئے بوجہ اسکے جو وہ کماتے ہیں:

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝[1] سورۂ نساء میں فرمایا ہے، وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ[2] اور سورۂ المائدہ میں فرمایا ہے، يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ۔[3]

پس جس شہادت پر یہود و نصاریٰ استدلال کرتے ہیں وہ ان کے دعوٰی کے خلاف ہے، یعنی موجودہ اناجیل و توریت کی تحریف ان کی اپنی شکل وصورت سے ظاہر ہے، لیکن اس سے قطع نظر کر لینے کے بعد بھی ان دونوں اسناد سے جو کچھ بھی ظاہر ہوتا ہے، وہ صرف یہ ہے کہ حضرت موسیٰ وحضرت عیسٰے علیہما السلام صرف بنی اسرائیل کیلئے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے، (توریت کتاب خروج ۳/۹تا۱۴، و انجیل متی ۱۵/۲۴) اور یہی قرآن مجید سے بھی ظاہر ہوتا ہے، چنانچہ سورۃ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا ہونیکا ذکر ہے، اس میں بصراحت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى اور فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔

اور خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم بنی اسرائیل سے ان کی اذیت پہونچانیکی جو شکایت کی، تو اس میں فرماتے ہیں، يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ۔ اور توریت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، کہ موسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کو فرعون کے عذاب سے نجات دلانے کے لئے بھیجے گئے تھے، (کتاب خروج باب ۳۔ آیت ۹تا۱۴)۔

اور یہی کیفیت عیسٰے علیہ السلام کی ہے، اور وہ صرف متبع موسیٰ علیہ السلام کے تھے، اور ان کی

---

[1] اور ان میں سے ایک فریق کتاب کے متعلق جھوٹ بناتا ہے، تا تو اسے کتاب میں سے سمجھے، حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے، اور وہ کہتے ہیں، یہ اللہ کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے، اور وہ خدا پر جھوٹ باندھتے ہیں جان بوجھکر۔

[2] اور ان لوگوں میں سے جو یہودی ہوئے بعض تحریف کرتے ہیں کلمات کی ان کی جگہوں سے۔

[3] وہ تحریف کرتے ہیں کلمات کی ان کی جگہیں معلوم ہونیکے بعد۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شریعت توریت ہی تھی، تو ظاہر ہے، کہ وہ اصل متبوع نبی سے بڑھکر دُوسری اقوام کیلئے نبی نہیں ہو سکتے، اور یہی آپ کا قول متی کی انجیل ۲۴/۱۵ میں درج بھی ہے، کہ مَیں بنی اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا، اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ پس اگر یہود ونصاریٰ کی اسناد صحیح بھی ہوں تو ان سے کہا جا سکتا ہے، کہ آپ کو صرف بنی اسرائیل کی خدمت سپرد کی گئی تھی، آپ تمام اقوام اور تمام زمانوں کے لئے ہادی نہیں بنائے گئے، اور یہ ایسا جواب ہے، جو اِن دعویداروں کو ساکت کر دینے کے لئے کافی ہے۔

اس کے بعد وید کو دیکھتے ہیں، تو اس کی حالت اس سے بھی بڑھکر ہے، یہ ظاہر ہی نہیں ہوتا، کہ وید کب؟ کس زمانہ میں؟ اور کس انسان پر نازل ہوئے؟ اس کا کیا نام؟ وکیا نشان؟ اور کیا حالات تھے؟ اور پھر وہ بھی تعداد میں چار ہیں۔ اور جس زبان میں پیش کئے جاتے ہیں، وہ زبان اس زمانہ میں کسی ملک یا قوم میں بولی نہیں جاتی ہے۔ اس کے محاورات جاننے والا کوئی شخص میسّر نہیں آتا، اس لئے ایسی گونگی کتاب کا منطوق صحیح طور پر سمجھنا دشوار ہے، محض گونگے کے اشاروں کے طور پر اس سے ہر ایک شخص ایک ہی مطلب اخذ نہیں کر سکتا، ان اعتراضات کو چھوڑ کر بھی جو ترجمے ہمارے روبرو پیش ہیں، اُن سے ظاہر نہیں ہوتا، کہ ان کتب نے کبھی دعویٰ کیا ہو، کہ وہ خدا کی جانب سے انسانوں کی ہدایت کے لئے ہیں، اور ساری دُنیا، ساری قوموں اور سارے زمانوں کے لئے ان کی ہدایت باقی رہے گی۔ جن لوگوں میں یہ کتاب نازل ہوئی، یا جو اس کو بطور ایک آسمانی کتاب کے پیش کرتے ہیں، ان کے عمل سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے، کہ انہوں نے کبھی اس کتاب کو ساری دُنیا اور ساری قوموں کی ہدایت کے لئے نہیں خیال کیا، اس لئے دوسری قوم یا دوسرے ممالک میں کیا خود ہندوؤں کے خاص خاص لوگوں کے سوا ایک کثیر ترین حصّہ کے پاس یہ کتاب موجود نہیں، اور کبھی اس کتاب کی تبلیغ دوسری قوموں میں نہیں کی گئی، اگر یہ کتاب دوسری قوموں کیلئے ہوتی، تو ان کو پہونچائی جاتی، اور ان کو تبلیغ کی جاتی۔ سناتن دھرمی، یا ان ہندوؤں کے عقیدہ کے مطابق جو قدیم طریقہ پر مذہب پر عامل ہیں، کوئی شخص بذریعہ تبلیغ اور تبدیل کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں سچے ہو، کہ ہمارا رسول مفتری ہے، اور اس کے لائے ہوئے کلام کے بعض حصّے ناقص ہیں، اور بدلنے کے قابل ہیں، تو سارے قرآن کریم کے برابر نہیں، صرف دس سورتوں کے برابر کوئی کلام پیش کر دو، جو اس کے ان حصّوں کی مثل ہو، جن کو تم بدلنے کے قابل سمجھتے ہو، اور اگر ایسے حصّوں کی مثل بھی پیش نہ کر سکو، جو تمہارے نزدیک ناقص ہیں، اور بدلنے کے قابل ہیں، تو تم کو تسلیم کرنا ہوگا، کہ اس کے پاس وہ خزانہ ہے، جس کی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی۔

فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ الآية:۔ سورۂ یونس میں بتایا جا چکا ہے، کہ یہ مضمون کئی جگہ آیا ہے، اوّل سورۂ بقرہ رکوع ۳ کی آیت وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ہے، دوم سورۂ یونس رکوع ۴ میں فرمایا ہے، أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ سوم یہ زیر تفسیر آیت ہے، کہ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ چہارم سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۱۰ میں آتا ہے، قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا پنجم سورۂ طور رکوع ۲ میں آیا ہے، أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَلْ لَّا يُؤْمِنُونَ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ

ان پانچ جگہوں میں سے دو مقامات پر تو ایک ہی قسم کا مطالبہ ہے، باقی تین جگہوں میں علیحدہ علیحدہ مطالبے کئے گئے ہیں، چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل میں سارے قرآن کریم کی مثل کا مطالبہ کیا گیا ہے، اور فرمایا ہے، کہ اگر سارے جن و انس بھی اکٹھے ہو جائیں، تو قرآن کریم کی مثل نہیں لا سکینگے یہاں سورۂ ہود میں دس سورتوں کے متعلق فرمایا ہے، کہ اگر تم سچے ہو، تو دس سورتیں اپنے پاس سے بنا کر خدا تعالےٰ کی طرف منسوب کر کے شائع کرو، سورۂ بقرہ اور سورۂ یونس میں ایک سورۃ کا مطالبہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah
ہندو مذہب میں شریک نہیں ہو سکتا، جو جس دھرم میں پیدا ہوتا ہے، اسی دھرم میں رہتا ہے، پس ایک ایسی سند جو اپنی حیثیت اور اس طریقہ کے لحاظ سے جس طریقہ سے ہم تک پہونچی ہے، مشتبہ ہے، اور زبان اور منطوق کے لحاظ سے گونگی اور ناقابلِ فہم ہے، اور حکم کے لحاظ سے اس میں کوئی صراحت اس امر کی نہیں ہے، کہ وہ آریہ قوم کے سوائے اور کسی کے لئے بھی ہدایت کا سامان مہیا کرتی ہے، ہمارے لئے قابلِ پابندی نہیں ہے۔

اس کے بعد مسلمانوں کی سند جس کا نام قرآنِ مجید اور فرقان حمید ہے، سامنے آتی ہے، یہ اصل سند ہے، جو حرفاً حرفاً سلفاً عن خلفٍ ہم تک اصلی حالت میں پہونچی ہے، اس کی زبان زندہ زبان ہے، جس کو اس زمانہ میں بھی نہ صرف مسلمان بلکہ یہود و نصاریٰ بھی بولتے اور سمجھتے ہیں، اس کے محاورات بھی حسبِ سابق باقی ہیں، اور سمجھے اور بولے جاتے ہیں، اور خود دعویٰ اس کتاب کا یہ ہے کہ وہ ساری دنیا کی ہدایت کے لئے آئی ہے۔

۱۔ تَبَارَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا[۱] (فرقان-۱)

۲۔ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا[۲] (اعراف - ۲۰)

پس یہ سند بلحاظ اپنی حالت و کیفیت دونوں کے قابلِ تسلیم ہے۔ پس یہ تو ظاہر ہے، کہ توریت و انجیل و وید بلحاظ اپنی حالت کے سخت مشتبہ ہیں، اور پھر ان میں کوئی صراحت اس امر کی نہیں، کہ وہ دوسری اقوام اور زمانہ کے لئے بھی ہیں، بخلاف اس کے قرآن کریم بلحاظ سند کے بھی کامل، و بلحاظ اس دعویٰ کے بھی اُن اسناد سے زیادہ قابلِ لحاظ ہے۔ (باقی)

---

[۱] بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ پر فرقان اتارا، تا وہ سارے جہانوں کو ڈرائے۔

[۲] کہدے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

امنِ عالم اور اسلام

(از جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس امام مسجد لنڈن)

۸ر جولائی ۱۹۳۹ء کو مسجد احمدیہ لنڈن میں زیر صدارت سر فیروز خاں نون۔کے۔سی۔آئی۔ای ہائی کمشنر فار انڈیا ایک مذہبی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں معزز اور تعلیم یافتہ انگریز حاضرین کے ایک بڑے مجمع میں "امنِ عالم" کے موضوع پر اسلام، عیسائیت اور یہودیت کے نمائندگان نے اپنے اپنے مقالے پڑھے۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس لائق شکریہ ہیں کہ انہوں نے ہماری درخواست پر یہ تینوں مقالے ہمیں ارسال فرمائے ہیں، اس قسط میں "امنِ عالم اور اسلام" کے موضوع پر مولانا موصوف کے مقالہ کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے، باقی دونوں مقالوں کے ترجمے انشاء اللہ متعاقب شائع کئے جائیں گے۔

اس کانفرنس کا ذکر ولایت اور ہندوستان کے مقتدر اور با اثر اخبارات نے کیا ہے، اور بعض نے تقریروں کی مفصل رپورٹ درج کی ہے، یہ تقریب ہر لحاظ سے نہایت کامیاب رہی، جس کے لئے امام صاحب مسجد فضل لنڈن مستحق مبارکباد ہیں۔ ایڈیٹر

فی زمانہ دُنیا کا امن تباہ ہو چکا ہے، لوگوں کے قلوب نہایت مضطرب ہیں، اور مشہور و معروف مدبرین بھی دنیا میں عالمگیر امن قائم کرنے کے خیال سے مایوس ہو گئے ہیں۔

جیسا کہ لارڈ ہیلیفکس نے اپنی حال ہی کی ایک تقریر میں کہا ہے، آجکل یورپین اقوام ایک دوسری کے مقابلہ میں سرتاپا مسلح ہو رہی ہیں، اور جنگی فوجوں کا خطرہ دنیا میں ہر دم محسوس ہو رہا ہے، اس حالت میں بنی نوع انسان کو تباہی سے بچانے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ مختلف مذاہب کے نمائندے امنِ عامہ کے موضوع پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کریں، اور لوگوں کو وہ تمام ذرائع اور طریقے بتلائیں جن کو اختیار کرنے سے دُنیا میں امن مستقل طور پر قائم کیا جا سکتا ہے۔

عام طور پر یہاں لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ لفظِ اسلام "سلم" سے نکلا ہے، جس کے معنے صلح اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah
آشتی کے ہیں۔ سلام ہی مسلمان ایک دوسرے کو اس دنیا میں ملاقات کے وقت پیش کرتے ہیں، اور جنت میں بھی ایک دوسرے کو سلام ہی پیش کرینگے۔ اللہ تعالےٰ کے ان اسماءِ حُسنےٰ میں جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے "مومن" اور "مہیمن" بھی ہیں، مومن امن بخشنے والا، اور مہیمن امن کا محافظ۔ قرآن مجید کے مطابق "سلامتی کا مقام" حاصل کرنا ہی بنی نوع انسان کا رُوحانی مقصد اور منتہا ہے۔ ایک پکا مسلم وہی ہے، جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے بنی نوع انسان محفوظ ہوں۔ اسی لئے اسلام نے، جو صلح اور امن کا مذہب ہے، انسان کے لئے اپنے خالق کے ساتھ اور مختلف اقوام اور مذاہب میں صلح اور امن قائم کرنے کے متعلق بہت سے اصول مقرر فرمائے ہیں، اور ہمیں ایک مکمل ضابطہ دیا ہے، جس سے ہم مجلسی، تمدنی اور ایسے بین الاقوامی مسائل جن میں فی زمانہ دنیا کی تمام اقوام اُلجھی ہوئی ہیں، حل کر سکتے ہیں۔ اپنے محدود وقت کے پیش نظر میں صرف قرآن کریم کے پیش کردہ اصولوں میں سے عالمگیر امن کے قیام، مختلف مذاہب، اقوام اور حکومتوں میں ربط و اتحاد قائم کرنے کے صرف چند اصول پیش کرتا ہوں۔

۱۔ اسلام نے امن قائم کرنے، اور باہمی مذہبی تنازعات کو دُور کرنے کے لئے دُنیا کے سامنے یہ تعلیم پیش کی ہے، کہ ہر شخص کا یہ حق ہے کہ اس کی ضمیر آزاد ہو، اور جس مذہبی تحریک میں وہ چاہے حصہ لے، اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

"اور کہدو کہ حق اور سچائی اللہ ہی کی طرف سے ہے، پس جو ایمان لاتا ہے اُسے بھی، اور جو انکار کرتا ہے اُسے بھی اپنی حالت پر چھوڑ دو، مذہب میں کوئی جبر نہیں"

مذہبی معاملات میں آزادیٔ ضمیر اس قدر لازمی سمجھی گئی ہے، کہ اسلام میں جارحانہ مذہبی جنگ بالکل جائز نہیں، صرف مذہبی آزادی کے قیام کے لئے مدافعانہ رنگ میں جنگ کی اجازت ہے، اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

"جنگ کرو اُن لوگوں سے جو تم پر حملہ کرتے ہیں، اس وقت تک کہ مذہبی آزادی قائم ہو جائے، تا انسان مذہب کو محض اللہ تعالےٰ کی خاطر قبول کرے، اور کوئی شخص اس کے اور خالق کے رُوحانی

258
Digitized by Khilafat Library Rabwah

تعلقات میں دخل اندازی نہ کرسکے۔"

۲۔ جھگڑے بسا اوقات اس وجہ سے بھی نمودار ہوتے ہیں، کہ ایک مذہب کے پیرو دوسرے مذاہب کے انبیاء، ومصلحین کو کاذب اور مفتری خیال کرتے، اور صرف خود کو سچائی پر قائم اور اللہ تعالیٰ کی مقرب اور پیاری جماعت سمجھتے ہیں۔ ایسے گندے خیالات نفرت پیدا کرتے، اور شورشوں جھگڑوں اور اضطراب کا موجب ہوتے ہیں، حتّٰے کہ بعض اوقات خون خرابہ تک نوبت پہونچتی ہے لیکن پیغمبرِ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جبکہ ہر ایک قوم دوسری اقوام کے انبیاء اور بانیوں کو جھوٹا خیال کرتی تھی،، اللہ تعالےٰ کے فرمان کے مطابق اعلان فرمایا:۔

"دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں، جس میں اللہ نے انہیں میں سے ان کی رہنمائی کے لئے کوئی نبی مبعوث نہ کیا ہو۔"

یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ مبارک تھی، جس نے ہندوؤں، پارسیوں، یہودیوں عیسائیوں اور دوسری اقوام کے انبیاء کے متعلق حق کا اظہار فرمایا، اور اس طرح مختلف مذاہب کے لوگوں کے درمیان امن اور اخوت کی بنیاد رکھی۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

"اگر دوسرے مذاہب کے متبع بھی اسی طرح اللہ تعالےٰ پر ایمان لائیں جس طرح کہ مسلمان لائے ہیں، تب وہ حقیقت میں صراطِ مستقیم پر ہیں۔ لیکن اگر وہ اپنی پیٹھیں پھیرلیں، تو یقیناً بہت بڑی مخالفت میں ہیں۔" یعنی مذاہب کے مکمل اتحاد میں وہ محض ایک رکاوٹ ہیں۔

۳۔ اسلام نے مسلمانوں کو گندی زبان کے استعمال سے منع فرمایا ہے، یعنی مختلف مذاہب کے لیڈروں اور جماعتوں اور ان کی تعلیمات کو بُرے الفاظ سے ذکر کرنے کی اجازت نہیں دی، اور اس طرح فساد کے منبع ہی کو بند کر دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

"مت بُرا کہو اُن کو جنہیں وہ (کافر) اللہ کے سوا پکارتے ہیں، (خواہ یہ تمہارے عقیدہ کی رو سے ناجائز ہی ہو) تا ایسا نہ ہو کہ وہ حد سے تجاوز کرتے ہوئے جہالت کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کو بُرا بھلا کہیں۔"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یعنی تمہارا اس قسم کا قول اور فعل دوسروں کے جذبات کو مجروح کر دیگا، اور یہ ایک مصیبت اور خلفشار کا موجب بنے گا، اتنا کہ وہ بھی اپنی باری پر تمہارے اصولوں، تمہارے نبی اور تمہارے خالق کو بُرا کہنے کا حوصلہ کرینگے۔

۴۔ دوسری فساد کی وجہ یہ ہے، کہ بعض لوگ دوسروں کی عبادت میں ان کی مقدس جگہوں میں حائل ہوتے ہیں، اور یہانتک جرأت کرتے ہیں، کہ ان کے عبادت خانوں کو تباہ کردیتے ہیں، اسلام نے جو امن کا مذہب ہے، عبادت خانوں کے متعلق واضح طور پر فرمایا ہے:۔

"اس شخص سے بڑھکر ظالم کون ہے جو اللہ کا نام اللہ کے گھروں میں بلند کرنے سے روکتا اور ان کو تباہ کرنے کی کوشش کرتا ہے"

پس اسلامی تعلیمات کی رُو سے سب لوگوں کو، جو خواہ فاتح ہوں یا مفتوح، یہ حق ہے، کہ وہ اپنے معبدوں کو پُوری آزادی سے استعمال کریں، حتیٰ کہ اگر کوئی اپنے طریق پر اللہ کی پرستش کسی اور کی مذہبی عبادت گاہ میں کرنا چاہے تو اسلام کا حکم یہ ہے، کہ اسے بھی نہ روکا جائے، کیونکہ معبد ایک ایسی جگہ ہے، جو اللہ کے نام اور عبادت سے مخصوص کی گئی ہے، پس وہاں بلا لحاظ مذہب وملت ہر شخص کو عبادت الہٰی کی اجازت ہونی چاہیئے۔ پہلا شخص جس نے اس سنہری اصول کو عملی جامہ پہنایا، اسلام کا بانی ؐ تھا، چنانچہ آپ نے نجران کے عیسائیوں کو اپنی مدینہ کی مسجد میں عبادت کرنے کی اجازت دی۔

۵۔ سچائی پر قائم اور مکمل ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود اسلام تمام موجودہ مذاہب کی خوبیاں تسلیم کرتا ہے، بلکہ ان کو بھی مشورہ دیتا ہے، کہ وہ تمام غیر مذاہب کی کلیتہً تردید کرنے سے باز رہیں، اور یہ نصیحت کرتا ہے، کہ وہ ایک دوسرے کی خوبیوں کو تسلیم کریں، اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے، کہ وہ لوگ جنہیں دوسرے مذاہب میں کوئی بھی خوبی نظر نہیں آتی، اور انہیں سراسر باطل پر قرار دیتے ہیں، جاہل اور نادان ہیں، اور اس کا مطلب یہ ہے، کہ مختلف مذاہب کے پیروؤں کو ان خوبیوں کا اقرار کرنا چاہیئے، جو دیگر مذاہب میں پائی جاتی ہیں، کیونکہ خوبی خواہ

259

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہیں بھی ہو، خوبی ہی رہتی ہے۔ دوسرے مذاہب میں کوئی بھی نیکی کی بات نہ دیکھنا محض جہالت اور خودغرضی کے مترادف ہے، اور یہ خیال کرنا بالکل جھوٹ ہوگا، کہ مذاہب کے اس قدر بڑے نظام میں جس نے صدیوں تک ہمارے لاکھوں خاندانوں کی رہنمائی کی ہے، کوئی خوبی نہیں ہے۔

۶- باہمی تنازعات اور جھگڑوں کی ایک اور وجہ یہ ہے، کہ مختلف مذاہب کے متبعین اپنے اپنے مذاہب کی پیروی صرف اس وجہ سے کرتے ہیں، کہ ان کے باپ دادا ان مذاہب کے پیرو تھے و بس، اس لئے انہوں نے حق کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی اور اندھوں کی طرح دوسرے مذاہب کی مخالفت کرکے فساد برپا کرتے ہیں، اور درحقیقت ان کا یہی رویہ مذہبی دیوانگی اور تعصب کا سبب ہے، جس سے مختلف مذاہب کے ماننے والوں میں جنگیں ہوتی ہیں، اسلام ایسے شخص کے مذہب کو مذہب ہی نہیں مانتا جو صرف آباؤ اجداد کی متابعت میں بغیر سوچنے سمجھنے اور بغیر دلیل کے اختیار کیا گیا ہو، بلکہ ایسے لوگوں کی سخت مذمت کرتا ہے، جو بلا سوچے سمجھے کسی مذہب کی پیروی کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

"اور جب ان کو کہا جاتا ہے، کہ پیروی کرو اس کی جو اللہ تعالےٰ نے وحی بھیجی ہے، وہ کہتے ہیں، نہیں، ہم تو اس کی پیروی کرتے ہیں، جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا، خواہ ان کے باپ دادے بالکل عقل سے عاری ہوں، اور نہ وہ صراطِ مستقیم پر چلنے والے ہوں۔"

یہ ایک خطرناک غلطی ہے، کہ ایک آدمی اپنے آباؤ اجداد کے عقائد ہی کی پیروی کرے، اور اپنے مذہب کو تبدیل نہ کرے، خواہ دوسرا مذہب مکمل اور اس کے اپنے مذہب سے نہایت اعلیٰ ہی ہو، کیونکہ اگر ہم اس نظریہ کو حق بجانب قرار دیں، تو یہاں ایک بھی عیسائی، یہودی یا مسلم نظر نہ آتا۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے، کہ یہ مکمل مذہبی آزادی، رواداری کی تعلیم اور دوسرے مذاہب کی خوبیوں کا اقرار جو اسلام نے سکھایا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں، کہ وہ تمام دوسرے مذاہب کے تمام عقائد کو صحیح اور درست سمجھتا ہے، کیونکہ یہ حقیقت ہے، کہ مختلف مذاہب کی موجودہ شکل میں بعض ایسے بنیادی اصول موجود ہیں، جو خواہ کلیتہً ناقابل تطابق نہ ہوں، مگر باہمی اختلاف ضرور رکھتے ہیں۔ پس اس اختلاف کو دور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرنے اور تمام عقائد کے متبعین کے درمیان مکمل اتحاد پیدا کرنے کی غرض سے اسلام ہر شخص کو اپنے مذہب کے عقائد کی اشاعت کی مکمل آزادی دیتا ہے، بشرطیکہ وہ دوسروں کے نقائص کو تلاش کرنے کے بجائے اپنے مذہب کی خوبیاں اور اس کے فضائل پبلک کے سامنے پیش کرے۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے، "مت بحث کرو اہل کتاب کے ساتھ بجز اس طریق کے جو سب سے بہتر ہو" یعنی تم اپنی تعلیمات کی خوبصورتی اور ان کا اعلیٰ ہونا ثابت کرو، دیس۔ اور سُننے والوں کے متعلق فرماتا ہے۔ "میرے ان بندوں کو خوشخبری دو، جو بات کو سُنتے ہیں، پھر اس میں سے بہترین کی پیروی کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کی اللہ نے راہنمائی کی ہے" اور جو عاقل اور دانا ہیں۔"

اگر مختلف مذاہب کے لوگ مندرجہ بالا طرزِ عمل کو اختیار کرلیں، اور ایک دوسرے کے خیالات کو سنجیدگی سے سُنا کریں، تو امید کی جاسکتی ہے، کہ کسی نہ کسی دن سب کا مذہب ایک ہی ہوجائیگا۔

۷۔ اس ضمن میں مَیں یہ بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں، کہ انجیل میں یہ پیشگوئی کی گئی تھی، کہ مسیح علیہ السلام کی دوسری آمد کے وقت جنگیں ہونگی، اور قوم پر قوم چڑھائی کرے گی، اسی طرح قرآن مجید میں بھی پیشگوئی پائی جاتی ہے، جس میں زمانہ حال کے دخانی اور ہوائی جہازوں کا ذکر ہے، کہ اگر لوگ خدا کی طرف رجوع کرکے اس کا فضل حاصل نہ کرلیں گے، تو ان پر آگ اور دھوئیں کا شعلہ پھینکا جائیگا، اور وہ اپنے تئیں بچا نہ سکیں گے۔

جماعت احمدیہ کے مقدس بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام (جن کا دعویٰ مسیح موعود ہونیکا تھا، اور جن کے وجود میں وہ پیشگوئیاں پوری ہوئیں جو مسیح علیہ السلام کی دوسری آمد کے متعلق تھیں) مندرجہ ذیل الفاظ میں لوگوں کو آنے والے خطرے سے ۱۹۰۶ء میں آگاہ کیا تھا۔

"اے یورپ تو محفوظ نہیں ہے، اور اے ایشیاء تو بھی محفوظ نہیں، اور اے مغربی جزائر کے رہنے والو! کوئی خودساختہ خدا اس دن تمہاری مدد نہیں کریگا، مَیں شہروں کو گرتے اور بستیوں کو ویران ہوتے دیکھتا ہوں، وہ قادرِ مطلق خدا دیر تک خاموش رہا، اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے، لیکن اب وہ اپنا چہرہ بڑے جلال کے ساتھ ظاہر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کریگا، جس کے کان ہوں وہ سُنے، کہ وہ وقت دور نہیں، میں نے بہت کوشش کی، کہ لوگوں کو خدا کی حفاظت کے سائے تلے جمع کروں، لیکن ضرور ہے کہ اس کے نوشتے پورے ہوں، میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں، کہ اس ملک کی نوبت بھی نزدیک آتی جاتی ہے، تم نوحؑ کا زمانہ دوبارہ دیکھو گے، اور لُوط کی بستیوں والا نظارہ تمہاری آنکھیں دیکھینگی لیکن خدا غضب میں دھیما ہے، پس توبہ کرو تا رحم کئے جاؤ۔"

اس بارے میں کوئی شک کی گنجائش نہیں، کہ خوشی اور دل کا اطمینان سچے اور کامل مذہب کو اختیار کر کے اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کئے بغیر میسر نہیں آسکتا۔

۸۔ مزدور اور آقا کی لڑائیوں کے اسباب دور کرنے اور مالک اور مملوک کے درمیان صلح کرانے کے لئے نبیؑ اسلامؐ نے فرمایا کہ "تمہارے خدمتگار تمہارے بھائی ہیں، خدا نے انہیں تمہارے ماتحت کیا ہے، سو جس کے ماتحت کوئی اس کا بھائی ہے، اسے چاہیئے کہ اپنے کھانے میں سے اُسے کھانا کھلائے، اور اپنے کپڑوں میں سے اُسے کپڑا دے، اور اُسے کرنے کے لئے اتنا یا ایسا کام نہ دے کہ وہ نہ کر سکے، اور اگر دینا ہی پڑے، تو پھر اس میں اس کی مدد کرے۔" اس کا مطلب یہ ہے، کہ نہ تو نوکروں چاکروں کو اور نہ رعایا کو کسی لحاظ سے اپنے سے کمتر سمجھنا چاہیئے، ہم سب عورت مرد بہن بھائی ہیں، یہ ہوسکتا ہے، کہ کسی وقت وہ ہمارے ہم پلہ ہوجائیں، اس لئے رسول کریمؐ فرماتے ہیں، کہ ان سے بھائیوں کا سا سلوک کرو، یہ اسلام کا ضابطہ ہے، اگر مزدوروں سے کام لینے والے اس کو اختیار کرلیں، تو دُنیا کے اقتصادی اور مجلسی جھگڑے یک قلم نیست و نابود ہوجائیں۔

۹۔ اسلام نے سرمایہ داری اور مزدوری کی مشکل کا بھی ایک حل بتایا ہے۔ یہ لوگوں کو جائز ذرائع سے اپنی ضرورت سے زائد روپیہ کمانے سے نہیں روکتا، لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے امراء پر فرض قرار دیا ہے کہ وہ اپنی دولت کا چالیسواں حصہ بطور خیرات اسلامی بیت المال میں جمع کریں، جسے حکومت غریبوں، مسکینوں اور یتیموں پر خرچ کرے۔ علاوہ ازیں اسلام دولتمندوں کو یہ حکم دیتا ہے، کہ وہ لوگوں کی مذہبی تمدنی اور تعلیمی ضروریات پر بکثرت روپیہ خرچ کریں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دوسرا اصول جو اسلام نے لوگوں میں دولت کی تقسیم کا بیان کیا ہے، وہ وراثت کا قانون ہے، اس کے ماتحت جب ایک آدمی مرجاتا ہے تو اس کا ترکہ اس کی اولاد اور دیگر رشتہ داروں میں تقسیم ہوجاتا ہے، مرنے والے کو یہ حق نہیں ہے، کہ وہ اس سے ان کو محروم کر دے، اور نہ اسے اپنی جائداد کے تیسرے حصہ سے زیادہ کی وصیت کرنے کا اختیار ہے۔

پھر سرمایہ داری اور مزدوری کی مشکل کو حل کرنے کے لئے اسلام نے سود کو بھی حرام قرار دیا ہے، اور اس طرح اسلام افزائش اسلحہ کی دوڑ کو بالواسطہ روکتا اور تباہ کُن جنگوں کا خاتمہ کرتا ہے۔ سود کے بغیر بڑے بڑے غیر پیداآور قومی قرضے نہیں ہوسکتے، اور ایسے قرضوں کے بغیر بربادکُن لڑائیاں ناممکن ہیں۔

۱۰۔ ایک اور وجہ جس سے مختلف قوموں کے مابین جنگ وجدل ہوسکتا ہے، یہ ہے، کہ ایک قوم اپنے تئیں دوسری سے افضل سمجھتی ہے، اور اس طرح دنیا میں نفرت اور دشمنی پیدا کرتی ہے، جس کا نتیجہ اکثر اوقات خونریزی ہوتا ہے، اسلام نے قوموں کے فرق کو مٹا دیا ہے، اور تمام بنی نوع انسان کو ایک ہی درجہ میں رکھدیا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے:۔

"اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور تم کو قوموں اور قبیلوں میں اس لئے تقسیم کیا ہے، تا تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، تم میں سے سب سے معزز وہ ہے جو متقی اور پرہیزگار ہو"

قومی برتری کے تنگ اور غلط خیال کو مٹانے کے لئے بانیٔ اسلامؐ فرماتے ہیں "ایک عربی کو غیر عربی سے اپنے آپ کو برتر سمجھنے کا کوئی حق نہیں، اور نہ ایک عجمی اپنے آپ کو ایک عربی سے بہتر تصوّر کرسکتا ہے، تمام انسان آدم کی اولاد ہیں، اور آدم مٹی سے پیدا کیا گیا تھا"

اس طرح اسلام نے یہ سکھلایا ہے، کہ تمام انسان خواہ وہ مشرقی ہوں یا مغربی ایک ہی باپ کی اولاد اور ایک ہی خدا کے خادم ہیں مسلمانوں کی نماز، روزہ اور مکّہ کا حج بھی مختلف اقوام میں جن کی مختلف زبانیں اور مختلف ممالک ہوں، برابری کا ایک عجیب مظاہرہ ہیں۔ نماز میں بادشاہ اور عوام امیر وغریب ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو خدا کے حضور کھڑے ہوتے ہیں، اور روزہ کی تکالیف،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھوک اور پیاس وغیرہ امرا بھی غربار کی طرح برابر برداشت کرتے ہیں، اور اس طرح جب وہ خود تجربہ کر لیتے ہیں، کہ ان کے غریب بھائی کس مصیبت میں زندگی گذارتے ہیں، تو امرا، اپنے اموال سے غربار کی امداد کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح حج میں بھی امیر اور غریب ایک ہی قسم کا لباس پہنتے ہیں، الغرض اسلامی عبادات کے ہر شعبہ میں برابری اور عالمگیری بھائی چارہ کا ایک سبق پنہاں ہے۔

جنگ کے اصل اسباب نوآبادیات اور سلطنت کا لالچ و حرص اور قوموں کی دولت کے علاوہ اپنے آپ کو دوسروں سے زیادہ مہذب سمجھکر ان پر حکومت کرنے کا اہل ہونے کا دعویٰ کرنا ہے۔ جب تک یہ خیالات دُور نہ ہوں، تب تک جنگ کے امکانات دُور نہیں ہو سکتے، اسلام اس کے متعلق واضح طور پر فرماتا ہے، کہ" ایک ایسی قوم جو دوسری قوموں سے زیادہ مہذب ہو، اس کا ہرگز یہ حق نہیں، کہ دوسری قوموں کو مطیع کرلے، کیونکہ یہ عین ممکن ہے کہ جب محکوم قوم آزاد ہو تو وہ حاکم قوم سے زیادہ ترقی یافتہ ہو جائے۔" غیر علاقوں کو حاصل کر کے ان پر حکومت کرنے کی خواہش کو مٹانے کے لئے خدا تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔" وہ فضل جو ہم نے دوسری قوموں پر اُن کو آزمانے کے لئے کیا ہے، اس کا حسد نہ کرو، جو کچھ تمہارے خدا نے تمہیں دیا ہے، وہی تمہارے لئے بہتر اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔"

اس آیت میں یہ ہدایت کی گئی ہے، کہ ایک قوم دوسری قوم پر صرف اس وجہ سے کہ وہ خوشحال ہے، غالب آنیکی کوشش نہ کرے، اور ایک ملک محض اس پر حکومت کرنے اور وہاں سے مال و دولت جمع کرنے کیلئے غلام نہ بنایا جائے۔ اس کے برعکس ہر قوم کو غور کرنا چاہیئے، کہ اس کیلئے کونسی چیز بہتر ہے، کسی قوم کو علاقہ حاصل کرنے کے لئے جنگ نہ چھیڑنی چاہیئے، اور کسی قوم یا ملک کے اندرونی انتظامات میں دخل اندازی نہ کرنی چاہیئے۔

الغرض اسلام کا مقصد تمام دنیا میں ایک مرکزی حکومت قائم کرنا ہے، تا بین الاقوامی اختلافات اور جنگوں کے تمام اسباب مٹا دیئے جائیں۔ ہر ملک اپنی قومی خواہشات کو پُورا کرنے میں آزاد ہوگا، اور مقامی معاملات میں اُسے کامل خود مختاری ہوگی، اور پھر بھی کُل کا محض ایک حصّہ ہوگا۔ لیکن اسلام اس مقصد کو پُورا کرنے کیلئے بھی جنگ کی اجازت نہیں دیتا بلکہ اس سوال کو بھی محض اقوام اور ممالک کی مرضی پر چھوڑ دیتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے، اور سورۂ طُور میں ایک سُورۃ کی بھی شرط نہیں ہے، خواہ وہ ایک بات ہی بنا کر لے آئیں۔ اب بظاہر یہ بات عجیب نظر آتی ہے، کہ کہیں سارے قرآن کا مطالبہ ہے، کہیں دس سُورتوں کا ہے اور کہیں ایک سورۃ کا، اور کہیں ایک ہی بات پر اکتفاء کی گئی ہے، اور طبعًا یہ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ یہ فرق کیوں ہے؟ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے، کہ ترتیب نزول کے لحاظ سے ایسا ہُوا ہے، پہلے سارے قرآن کی مثل کا مطالبہ کیا، جب وہ نہ لا سکے، تو دس سورتوں کا مطالبہ کیا، جب وہ بھی نہ لا سکے، تو پھر فرمایا، ایک سورۃ ہی لے آؤ، جب وہ بھی نہ لا سکے تو پھر فرمایا کہ کچھ ہی لے آؤ، خواہ ایک بات ہی ہو۔ میرے نزدیک اس میں کچھ اشتباہ معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ ان سورتوں میں سے کہ جن میں اس مضمون کا ذکر آیا ہے، نزول کے لحاظ سے سب سے پہلے سورۂ طُور ہے، اور اس میں قرآن کریم کے بجائے بِحَدِیْثٍ مِّثْلِہٖ ہے، یعنی اس جیسا کوئی کلام لے آؤ، اور شرط ایک سورۃ کی بھی نہیں رکھی گئی، خواہ وہ کلام ایک سورۃ سے بھی کم ہو، پس عقلاً یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ سورۂ طور میں تو پہلے بغیر مقدار مقرر کرنے کے مثل کا مطالبہ کیا گیا ہو، اور اس کے بعد سورۂ بنی اسرائیل میں پُورے قرآن کا مطالبہ کیا گیا ہو، اور بعد میں اس مطالبہ کو گرا کر دس سُورتوں میں اور پھر دس سورتوں سے گرا کر ایک سُورۃ میں محصُور کر دیا گیا ہو۔

دوسرے یہ کہ یہ کوئی واقعہ تو ہے نہیں، کہ ہم اس سے عبرت پکڑیں، بلکہ ایک چیلنج ہے، جو ہم نے دُنیا کے سامنے پیش کرنا ہے، اب ہم دُنیا کے سامنے کیا پیش کریں؟ آیا یہ کہ سارا قرآن لاؤ، یا یہ کہ دس سُورتیں لاؤ، یا ایک سورۃ یا ایک بات لاؤ، اگر ایک آیت کا مطالبہ کافی ہے، تو ایک سُورۃ کا مطالبہ کیوں کریں، اور اگر ایک سورۃ کا لانا کافی ہو سکتا ہے، تو دس سورتوں کا مطالبہ کیوں کریں، اور اگر دس سورتوں کا لے آنا کافی ہے، تو سارے قرآن کی مثل لانے کے لئے کیوں کہیں؟

میرا یہ خیال ہے، کہ اس میں ترتیب نکالنے کی ضرورت نہیں، اوّل تو ان میں سے بعض سُورتیں ایسے قریب قریب کے زمانہ کی نازل شدہ ہیں، کہ ان کی صحیح ترتیب کا پتہ لگانا بہت مشکل ہے، دوسرے قرآن کریم کی تنزیل اس طرح نہیں ہوئی، کہ ایک وقت میں ایک ہی سُورۃ نازل ہوئی ہو، بلکہ قریب قریب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پس اسلام کی تعلیم کے مطابق انسانوں کی مختلف قبائل میں تقسیم اس غرض کے لئے نہ کی گئی تھی، کہ وہ ایک دوسرے پر حکومت کریں، بلکہ اس لئے کی گئی تھی، کہ آپس میں دوستیاں پیدا کر کے ایک دوسرے کی بھلائی اور بہتری چاہیں، اور باہمی تجارتی تعلقات قائم کر کے ایک دوسرے کے اوصاف اور خوبیوں سے فائدہ اٹھائیں۔ اس تعلیم کے رائج ہونے سے امنِ عالم خود بخود قائم ہو جاتا ہے۔

بین الاقوامی جھگڑوں کو دور کرنے کے لئے اسلام جمعیت الاقوام جیسی ایک بین الاقوامی مجلس قائم کرنے کی تجویز پیش کرتا ہے، جس کی بنیاد اس اصول پر ہو، کہ جب کسی دو قوموں میں جھگڑے کے آثار ظاہر ہوں، دیگر قومیں ان میں سے ایک یا دوسری کی حمایت کرنے کے بجائے فوراً اُن دو لڑنے والی قوموں کو نوٹس دیں، کہ اپنا جھگڑا ہمارے سامنے پیش کرو، اور اگر ان میں سے کوئی اس معاملے کو مجلس اقوام کے سامنے پیش نہ کرے، یا پیش کر کے اس کا فیصلہ ماننے سے انکار کرے، اور لڑائی پر تل جائے، تو دوسری سب قومیں مل کر اس کا مقابلہ کریں۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ ایک قوم خواہ کتنی بھی طاقتور کیوں نہو، سب قوموں کی متحدہ افواج کا مقابلہ نہیں کر سکتی، اور جلد ہی اس کو ہار ماننی پڑیگی، جب ایسی قوم ہار مان لے، اور مجلس اقوام کا فیصلہ ماننے کیلئے تیار ہو جائے، تو پھر ان دونوں قوموں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے، کیونکہ اللہ تعالےٰ کو انصاف ہی پسند ہے۔

اس ضمن میں قرآن مجید کے الفاظ مجالس کا ایک وسیع نظام پیش کرتے ہیں، اگر اسلام کے احکام کے مطابق تمام ماتحت اقوام کو آزادی دیدی جاوے، تو ایک بڑی گُتھی حل ہو جاویگی، مثال کے طور پر ہندوستان ہی کو لے لیجیئے، اس میں چودہ صوبے اور متعدد ریاستیں ہیں، اس ملک کے لئے انہی اصول پر ایک مجلسِ ہند بنائی جاسکتی ہے، اپنے صوبائی سوالات کے حل کے لئے ہر ایک صوبہ آزاد ہونا چاہیئے، اور جملہ صوبوں کے نمائندوں کی ایک مجلس ہند بنائی جائے، جو مجلس اقوام عالم میں اپنے نمائندے بھیجے۔ اسی طرح ہر ملک اپنی اپنی مجلس بنالیوے اور مجلس اقوام عالم میں اپنے اپنے نمائندے بھیجے یہ مجلس اقوام عالم گویا تمام دُنیا کی مرکزی حکومت ہوگی۔

۱۹۲۴ء میں حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے، جو جماعت احمدیہ کے موجودہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

امام ہیں، قرآن مجید سے جمعیت الاقوام کی حقیقی شکل بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" میں تحریر فرمایا تھا کہ موجودہ جمعیت الاقوام غلط اصول پر بنائی گئی ہے۔ قرآن مجید نے جس قسم کی جمعیت الاقوام کا نقشہ بیان کیا ہے، وہ اس سے بالکل مختلف ہے جو یورپ میں بنائی گئی ہے۔ آپ نے اس وقت یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ جب تک موجودہ جمعیت الاقوام کی اصلاح نہ ہوگی اور اسے قرآنی اصول پر نہ بنایا جائے گا، تب تک دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ جمعیت الاقوام کی ترکیب اساسی کے متعلق قرآن مجید کا بیان کردہ اہم اصول یہ ہے کہ ظالم کا ہاتھ روکا جائے اور مظلوم کی امداد کی جائے۔ اپنی کتاب میں آپ نے اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ جمعیت الاقوام نے جرمنی کے بعض مقبوضات کو اس سے چھین کر دوسروں کے حوالہ کرنے میں قرآن مجید کے بتائے ہوئے اصول کی خلاف ورزی کی ہے۔ آپ نے واضح طور پر بتایا تھا کہ چونکہ یہ قرآنی تعلیم کے خلاف کیا گیا ہے اس لئے دنیا میں امن قائم نہ ہو سکیگا۔ پھر جمعیت الاقوام اس بات کی قائل نہیں ہے، کہ اپنے فیصلوں کو فوجی طاقت کے ذریعہ نافذ کرے۔ اس کے متعلق بھی حضرت امیر المؤمنین ایدہُ اللہ نے فرمایا تھا، کہ یہ غلط اصول ہے، قرآن مجید فرماتا ہے کہ فوجی طاقت کے بغیر کوئی لیگ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتی، اور آج چودہ سال بعد یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ گیا ہے، کہ جو چیز قرآن مجید نے پیش کی ہے، وہی درست اور صحیح ہے، اور دنیا میں امن اسی طرح قائم ہو سکتا ہے، کہ قرآن کے بتائے ہوئے اصول پر ایک جمعیت الاقوام بنائی جائے۔

بالآخر میں علی الاعلان دنیا کو بتا دینا چاہتا ہوں، کہ اسلام، جو امن کا مذہب ہے، اسی کی تعلیمات پر چلنے سے دنیا کے باشندوں کو بہتر اور خوشحال زندگی نصیب ہو سکتی ہے۔ آؤ ہم سب ملکر دُعا کریں کہ خدا ہمیں امن عطا کرے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نئی کتابیں

مسئلہ قومیّت تالیف سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی۔ ضخامت ۱۴۶ صفحات۔ قیمت ۱۲؍ محصول ڈاک ۱؍ اس کے علاوہ۔ ملنے کا پتہ دفتر رسالہ ترجمان القرآن۔ ملتان روڈ۔ لاہور۔

سیّد صاحب ایک نامور اہل قلم ہیں۔ ان کے قلم میں زورا ور خیالات اور بیان میں علی العموم ندرت ہوتی ہے، رسالہ "مسئلہ قومیّت" بھی سیّد صاحب کی تحریر کی ان خصوصیات سے خالی نہیں۔ سیّد صاحب قومیت کے اس تخیل کے سخت دشمن ہیں جو ازمنِ اُولیٰ میں یونانیت، رومیّت، اسرائیلیت اور ایرانیت اور موجودہ وقت میں جرمنیت، اطالویت، فرانسیت، انگریزیت اور جاپانیت وغیرہ کی شکل میں ظاہر ہوًا، قومیت کی تعمیر اشتراک نسل، اشتراک مرزبوم اور اشتراک زبان کے اشتراکات میں سے سب یا کسی ایک اشتراک پر ہوتی ہے۔ مگر اس قسم کی قومیّت بنی نوع انسان کے لئے ایک بہت بڑی مصیبت ثابت ہوتی رہی ہے۔ اسی لئے اسلام اس کا بہت بڑا دشمن ہے، کیونکہ یہ بنی نوع انسان کو ہزاروں حصّوں میں تقسیم کر دیتی ہے۔ اسلام قومیت کی بجائے انسانیت اور وطنیت کی بجائے آفاقیت کا قائل ہے۔ اور قرآن کریم ایسی آیات سے بھرا پڑا ہے، جن میں نسل، وطن، رنگ کی بناء پر بنی نوع انسان کو قوموں میں تقسیم کرنیکی سخت مذمت کی گئی ہے، اسلامی قومیّت میں سلمان فارسی، بلال حبشی، عمر عربی، زید غلام سب برابر اور بھائی بھائی تھے۔ وہ مغرب زدہ نیم تعلیم یافتہ لوگ جو مغربی مادی ملعون تہذیب کی منحوس پیداوار "قومیّت" کے دلدادہ ہیں، اس رسالہ کے مطالعہ سے بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ رسالہ کے آخر میں چند صفحات میں مولانا حسین احمد صاحب دیوبندی کے "قومیت متحدہ ہندیہ" کے نظریہ کا نہایت قابلیت سے بطلان کیا گیا ہے۔ مولوی حسین احمد صاحب ایک پکّے کانگرسی ہوتے ہوئے اس خیال کے بہت بڑے مؤیّد اور مبلغ ہیں، کہ ہندوستانی ایک قوم ہیں، اور ہندو مسلمان کی تفریقِ سیاسی ایک غیر معقولی تقسیم ہے۔ سید ابوالاعلیٰ صاحب اس خیال کے اتنے ہی سخت دشمن ہیں، وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں، اور اس عقیدہ کے لئے ان کے پاس معقول اور ٹھوس دلائل ہیں،

263

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ وہ چیزیں جو کسی ملک کے مختلف فرقوں کو قوم بنانے کیلئے ان میں پائی جانی ضروری ہیں یعنی زبان، ادب، تاریخی روایات، رسوم و عادات، معاشرت اور طرزِ زندگی، افکار و تخیلات، معاشی اغراض اور مادی مفاد کا ایک ہونا، وہ یہاں یکسر مفقود ہیں، ہندو اور مسلمان جیسا کہ سید صاحب کہتے ہیں، ایک قوم کے دو حصے نہیں بلکہ دو مستقل قومیں ہیں، اور ان دونوں قوموں کو ایک قوم میں اکٹھا کرنیکی کوشش ایسی ہی بے سود سعی ہے جیسے پانی اور آگ کو ملانے کی کوشش۔

رسالہ دینیات | تالیف سید ابو الاعلیٰ صاحب مودودی، ضخامت ۱۳۵ صفحات قیمت ۱۰ / محصولڈاک ۲ /۔
ملنے کا پتہ:۔ دفتر ترجمان القرآن۔ لاہور۔

یہ رسالہ سید صاحب موصوف نے ان مسلمان نوجوانوں کیلئے تالیف کیا ہے جو اپنے پاک مذہب اسلام کے ابتدائی اصولوں سے بھی واقف نہیں۔ اس رسالہ میں آسان پیرائے اور بہت اچھی زبان میں اسلام کے بنیادی اصولوں کو بیان کیا گیا ہے۔ رسالہ کو سات ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، ان ابواب کی تقسیم سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کیسا جامع رسالہ ہے۔ باب اوّل میں اسلام اور کفر کی حقیقت پر بحث ہے۔ باب دوم "ایمان" اور باب سوم "نبوت" کے مسئلہ کو بیان کرتا ہے، باب پنجم "عبادات" پر ہے، جس میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ مسائل کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے، باب ششم "دین اور شریعت" پر اور باب ہفتم میں شریعت کے احکام پر بحث ہے۔ اپنی طرز کا یہ ایک مفید رسالہ ہے۔ سید ابو الاعلیٰ کے مذکورہ بالا رسالہ کو پڑھکر ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جو ندرت انکے سیاسی مضامین میں علی العموم پائی جاتی ہے وہ اس رسالہ میں بہت حد تک مفقود ہے۔ رسالہ کے تیسرے باب میں نبوت کے مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے ذکر میں وہ لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت اسلئے ختم ہوگئی۔ کہ حضورؐ کی تعلیم و ہدایت زندہ ہے حضور کی تعلیم مکمل ہے اور اسمیں کسی اضافہ یا ترمیم کی ضرورت نہیں، اور حضورؐ کا پیغام دیگر اقوام کے انبیاء کے بخلاف تمام بنی نوع انسان کیلئے ہے۔ سید صاحب سمجھتے ہیں کہ نبی کی بعثت کی صرف یہی تین وجوہ ہوسکتی ہیں، اور یہ آنحضرت صلعم میں حضورؐ کی وفات کے بعد بھی پوری ہو رہی ہیں حالانکہ اگر وہ قرآن کریم پر تدبر کرتے تو انکو معلوم ہوتا کہ نبوت کی ایک اہم غرض تزکیہ نفس بھی ہے، اور یہ غرض خدا کے مامور کے ہاتھ پر تازہ بتازہ نشاناتِ آسمانی کے ظہور کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی۔ آیاتِ الٰہی کی تلاوت جس کا ذکر سورۃ بقرہ میں ہے یہی آسمانی خوارق کا ظہور ہے۔ اور انہی خوارق کے ظہور سے نبوت کی دوسری غرض یعنی تزکیہ نفوس پوری ہو سکتی ہے ؎

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وصیتیں

نمبر ۵۱۴۵ء:- مسماۃ بھاگن بی بی بیوہ مہر اروڑا قوم ارئیں پیشہ زراعت عمر قریبًا ۰ء سال تاریخ بیعت سال ۱۹۰۰ء ساکن سیالکوٹ محلہ اراضی یعقوب بقائمی ہوش وحواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۹ر جولائی ۱۹۳۹ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد منقولہ حسب ذیل ہے (۱) ہار طلائی (بھگتیاں) آٹھ تولہ مالیتی ۲۸۰ روپیہ (۲) پھول طلائی وزن ایک تولہ مالیتی ۳۵ روپیہ۔ کل قیمت ساڑھے ۳۱۵ روپیہ۔ مندرجہ بالا رقم ۳۱۵ روپیہ بابت حق مہر میری جائیداد ہے۔ اسکے علاوہ میری اور کوئی جائیداد نہیں ہے۔ اس رقم کے ۱/۱۰ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں۔ میرا ارادہ ہے حصہ جائیداد اپنی زندگی میں ادا کردونگی۔ ورنہ میری بعد وفات میرے ورثا ادائگی کے ذمہ وار ہونگے۔ العبدہ:- بھاگن بی بی بیوہ مہر اروڑا۔ گواہ شد:- محمد شریف ولد مہر اروڑا پسر موصیہ۔ گواہ شد:- غلام حسن نمبردار بقلم خود ساکن سیالکوٹ:

نمبر ۵۳۹۱ء:- منکہ محمد شفیع ولد میاں میراں بخش قوم راجپوت پیشہ بجلی میکر عمرہ ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن شہر سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴/۵/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:- میری جائیداد صرف ایک مکان مرہونہ بعوض مبلغ چار صد روپیہ ہے۔ میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو اسوقت اوسطًا -/۲۰ ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کروں تو اسقدر روپیہ اسکی قیمت سے منہا کردیا جائیگا۔ ۲۳/۵/۳۹۔ العبد:- محمد شفیع بقلم خود ۲۳/۵/۳۹۔ گواہ شد:- محمد حیات ولد میراں بخش آڈیٹر انجمن احمدیہ سیالکوٹ۔ گواہ شد:- فیروز الدین ولد گلاب الدین قوم راجپوت سیالکوٹ۔

نمبر ۵۳۹۲ء:- منکہ محمد طالب خاں ولد صدرالدین قوم جنجوعہ پیشہ ملازمت پولیس عمر ۲۷ سال تقریبًا تاریخ بیعت ۱۹۳۴ء ساکن ڈنگہ ضلع گجرات بقائمی ہوش وحواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۷/۵/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں (۱) اسوقت میری کوئی جائیداد نہیں ہے۔ جب بھی میرے نام کوئی جائداد ہوگی انشاء اللہ اسکا دسواں حصہ یا دسویں حصہ

264

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی قیمت صدر انجمن احمدیہ کے نام درج کرا دونگا (۲) اسوقت میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو مبلغ -/۲۰ روپیہ ہے میں انشاء اللہ اس کا دسواں حصہ بمد وصیت ادا کرتا رہونگا۔ العبد:۔ محمد طالب خان بقلم خود پولیس کنسٹبل متعینہ لائن پولیس جھنگ۔ گواہ شد:۔ محمود احمد خان جنجوعہ بیرسٹر سرکاری وکیل جھنگ ۲۷/۵/۳۹
گواہ شد:۔ ناصر علی ہیڈ کلرک دفتر ڈپٹی کمشنر جھنگ۔

نمبر ۵۴۱۳:۔ منکہ محمد حسین ولد شیخ غلام حیدر قوم ککے زئی پنشنر قانونگوئی عمر ۶۷ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۷ء ساکن قادیان محلہ دار الفضل ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۷/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد منقولہ حسب ذیل ہے۔ (۱) مکان واقعہ محلہ دار الفضل قیمت لاگت بائیس سو ۲۲۰۰ روپیہ خود پیدا کردہ (۲) مکان واقعہ دھرمکوٹ رندھاوا قیمت موجودہ اندازاً -/۵۰۰ روپیہ۔ (۳) پنشن ماہوار مبلغ ۳۰ روپے اس کا ۱/۱۰ حصہ ماہوار داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کرتا رہونگا۔ نیز میری وفات کے وقت جو جائداد ثابت ہو۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۱/۷/۳۹۔ العبد:۔ محمد حسین قانونگوئی پنشنر بقلم خود گواہ شد:۔ محمد حنیف پوسٹل پنشنر بقلم خود۔ گواہ شد:۔ علی محمد بی۔اے۔بی۔ٹی پریزیڈنٹ محلہ دار الفضل۔

نمبر ۵۴۱۶:۔ منکہ صوبہ ولد گوہر دین قوم ڈھڈی عمر ۸۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۲ء ساکن ترگڑی ڈاکخانہ خاص ضلع گوجرانوالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ یکم جولائی ۳۹ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری اسوقت حسب ذیل جائیداد ہے ایک مکان قیمتی مبلغ چار سو ۴۰۰ روپیہ اور ایک مکان ... قیمتی ایک سو روپیہ کل قیمت ۵۰۰ پانچسو روپیہ ہوتی ہے اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میری اور کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرے مرنیکے بعد جو جائیداد زائد ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میری اسوقت عمر ۸۰ سال تک ہے ضعیف العمر اور کمزور ہوں۔ روٹی میرا لڑکا دیتا ہے۔ میں اپنی آمدن سے ۳/۴ ماہوار چندہ حصہ آمد انشاء اللہ دیتا رہونگا۔ میں کوئی روزگار نہیں کرسکتا۔ اگر کوئی رقم حصہ جائداد میں داخل خزانہ کردوں تو وہ حصہ جائیداد سے منہا سمجھی جائیگی۔ العبد:۔ صوبہ سکنہ ترگڑی ضلع گوجرانوالہ ۱/۷/۳۹۔ گواہ شد:۔ مرزا محمد حسین جنرل محصل بیت المال ۱/۷/۳۹۔ گواہ شد:۔ محمد رمضان سکنہ ترگڑی ضلع گوجرانوالہ۔

نمبر ۵۴۱۹:۔ منکہ محمد یوسف ولد جیوے خاں مرحوم قوم جٹ مسلمان پیشہ زراعت عمر قریباً تیس سال پیدائشی احمدی ساکن

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رام گڑھ ڈاکخانہ ماچھیواڑہ ضلع لدھیانہ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۰ ر نومبر ۱۹۳۸ء حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں۔ میری اس وقت چوبیس گھماؤں اراضی بارانی زیر کاشت علاوہ ملکیت حصہ شاملات دہی بغیر شراکت غیرے کے ہے۔ اور اسکے علاوہ ایک مکان خام سقفہ ہے۔ ان ہر دو ملکیت کی آج کے بازاری ریٹ سے دو ہزار یکصد روپیہ قیمت ہے۔ لہٰذا میں اس جائیداد کے ۱/۳ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کر دیتا ہوں اور اس کے داخل خارج کا غذات سرکار میں کرا دیا جاویگا۔ ۲۱۰۰ کے ۱/۳ ... ۷ سات صدر وپیہ داخل خزانہ صدر انجمن کر دونگا۔ اگر اس سات صد حصہ وصیت کردہ میں سے کوئی رقم اپنی زندگی میں داخل کرا دونگا تو اسکی رسید لونگا۔ جو اصل سات سو سے منہا تصور ہوگی۔ اگر میری وفات کے وقت اسکے علاوہ کوئی جائداد اور بھی ثابت ہوگی تو اسکے ۱/۳ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد: محمد یوسف ولد جیوے خاں موصی۔ گواہ شد: سیّد محمد علی شاہ انسپکٹر بیت المال بقلم خود۔ گواہ شد: نور محمد امیر جماعت احمدیہ غوث گڑھ۔ گواہ شد: حکیم عبد الرحمٰن قریشی سیکرٹری انجمن احمدیہ۔

نمبر ۵۳۶۴: منکہ شاہ محمد ولد راجا قوم راجپوت بھٹی پیشہ ملازمت و زمینداری عمر ۴۷ سال تاریخ بیعت یکم جنوری ۱۹۱۷ء ساکن موضع اوڑا۔ ڈاکخانہ چھاؤنی سیالکوٹ۔ ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۷ ر ماہ محرم ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹ ۳/۳۹ حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں ... میری اس وقت غیر منقولہ جائداد حسب ذیل ہے۔ پانصد روپیہ کی اراضی میرے پاس رہن ہے (۲) میرے والد صاحب کی جدّی ملکیت چوبیس گھماؤں ہے اور ہم چھ بھائی ہیں میرے حصہ میں ۴ گھماؤں اراضی آتی ہے (۳) میرے والد صاحب کے نام ایکہزار چھ سو اکاسی روپیہ کی زمین رہن ہے۔ جس میں میرا چھٹا حصہ یعنی ۲۸۰ روپیہ ہے (۴) میرے مکانات رہائشی قیمتی چار صد روپیہ ہیں۔ جملہ جائیداد کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتا ہوں اور اس کے علاوہ بھی میرے مرنیکے بعد اور کوئی جائیداد ثابت ہو تو اسکے بھی دسویں حصہ پر وصیت حاوی ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم ادا کر دوں تو وہ رقم اس وصیت سے مجرا کر دیجائیگی (۵) اور میں اسوقت اٹھارہ روپیہ کا ملازم ہوں اسکے دسویں حصہ کی وصیّت کرتا ہوں۔ جو ماہ بماہ ادا کرتا رہونگا۔ اگر ماہوار تنخواہ میں ترقی ہوگی تو اُسی شرح سے ادا کرونگا میں۔ ۲۴ مورخہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹ ر مارچ ۱۹۳۹ء بقلم خود کریم بخش سیکرٹری مال اوڑا بھاگو بھٹی۔ العبد: شاہ محمد ولد راجا قوم راجپوت ساکن اوڑا ضلع سیالکوٹ۔ گواہ شد: محمد بشیر فاروقی ساکن بھیٹے کلاں ضلع سیالکوٹ۔ گواہ شد: سید محمد لطیف انسپکٹر بیت المال ۱۹ ۳/۳۹ء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نازل ہونیوالی سورتیں بعض دفعہ ایک ہی وقت میں تین تین چار چار نازل ہوتی جاتی تھیں، اور ان میں سے ایک کو پہلی کہنا اور دوسری کو بعد کی کہنا، اس لحاظ سے تو گو درست ہو، کہ ایک کی آخری آیت پہلے اور دوسری کی آخری آیت پیچھے نازل ہوئی ہو، لیکن ایک کی سب آیتوں کے متعلق یہ کہنا کہ یہ پہلے نازل ہوئی ہیں، اور دوسری کی سب آیتوں کے متعلق یہ کہنا کہ یہ پیچھے نازل ہوئی ہیں، درست نہیں ہو سکتا۔ پس میرے نزدیک ان آیتوں میں ایسے مطالبات بھی ہیں، جو ترتیب نزول کے حل کرنیکے محتاج نہیں ہیں، اور سب کے سب ایک ہی وقت میں آج بھی اسی طرح پیش کئے جاسکتے ہیں، جس طرح کہ زمانۂ نزول میں پیش کئے جاسکتے تھے۔

بیشتر اس کے کہ میں ان مختلف تحدیوں کی تشریح کروں، جو ان آیات میں مذکور ہیں، میں اس عجیب بات کی طرف بھی توجہ پھرانی چاہتا ہوں، کہ یہ چیلنج جس جس جگہ آئے ہیں، ان کے ساتھ ہی مال و دولت اور طاقت و قدرت کا بھی ذکر آیا ہے، سوائے سورۂ بقرہ کے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں کوئی نیا چیلنج نہیں ہے، بلکہ سورۂ یونس کے چیلنج کو سورۂ بقرہ کے مضامین کی ضرورت کے لحاظ سے دہرایا گیا ہے، (سورۂ یونس مکی ہے اور سورۂ بقرہ مدنی ہے) اس لئے اس میں اس ذکر کو غیر ضروری سمجھکر چھوڑ دیا گیا ہے، اس کے سوا باقی سب سورتوں کو دیکھ لو، سب میں مال و دولت یا طاقت و قدرت کا ذکر ہے۔ سورۂ یونس میں اس مطالبے سے چند آیات پہلے آیا ہے، قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ گویا دعوٰے کیا ہے، کہ سب خزانے اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں، خواہ وہ رزق کے ہوں یا قوائے طبعیہ کے، یا قوائے عملیہ کے ہوں یا مختلف قوتوں کو ایک نظام میں لانیکے متعلق ہوں۔ اور پھر اس کے بعد فرمایا، قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْۤ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهِدِّيٓ إِلَّآ أَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ - اس میں بھی طاقت وقوت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ پھر سورۂ طور میں تحدّی کے بعد فرماتا ہے، اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ۝ یہاں پر بھی دولت اور حکومت اور طاقت وقدرت کا ذکر کیا گیا ہے۔

سورۂ ہود کی زیر تفسیر آیت سے پہلے بھی لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ آیا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں تحدّی کے بعد آیا ہے۔ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۝ اس جگہ بھی مال ودولت اور طاقت وقوت ہی کا ذکر ہے۔ غرض چاروں جگہ پر ایک ہی قسم کا مطالبہ بیان ہوا ہے، یا مطالبہ کا ذکر تو نہیں، لیکن مطالبہ کا جواب دیا گیا ہے، پس معلوم ہوتا ہے، کہ خزانوں کے سوال اور مطالبۂ مثل میں کوئی گہرا تعلق ہے، اور وہ یہی تعلق ہے، کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم کو خزانہ قرار دیا ہے، اور مخالفین کے خزانہ کے مطالبہ کا یہ جواب دیا ہے، کہ اس کا اصل خزانہ قرآن کریم ہے۔ اور لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ کا بھی یہی جواب دیا ہے، کہ ملائکہ ظاہری مقابلوں کے لئے نہیں اُترتے، بلکہ کلام الٰہی لیکر اُترا کرتے ہیں، اور وہ اس پر نازل ہو چکا ہے، پس یہ کہنا کہ اس پر ملک (فرشتہ) نہیں اُترتا، یا یہ کہ اُترنا چاہیئے، بے معنی قول ہے، اور ایسی چیز کا مطالبہ ہے، جو پہلے سے حاصل ہے، پھر چونکہ ملائکہ کا اُترنا یا روحانی خزانہ کا حصول بظاہر ایک دعویٰ معلوم ہوتا ہے، جس کا ثبوت نہیں، اس کے لئے خود قرآن کریم کے بے مثل ہونے کو پیش کیا ہے، کہ یہ اپنی صداقت کی آپ دلیل ہے، اور اس کے اندر ایسے دلائل موجود ہیں، جو اسے ایک لاثانی خزانہ اور منجانب اللہ کلام ثابت کرتے ہیں، اور یہ جو فرق کیا ہے، کہ جس جگہ زیادہ کلام کا مطالبہ ہے، اس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جگہ کفار کی طرف سے خزانوں یا ملک کا مطالبہ ہے، اور جس جگہ تھوڑے سے کلام کی مثل کا مطالبہ ہے، اس جگہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ سوال کیا گیا ہے، کہ کیا یہ کفار خزانوں کے مالک اور قانونِ قدرت کے متولی ہیں، سو اس کی وجہ یہ ہے، کہ جن مقامات پر پورے قرآن یا دس سورتوں کا مطالبہ ہے، اس جگہ سوال ایسا ہے جو کفار کے ذہن میں آسکتا تھا، اور موٹا تھا، پس ان کے سوال کو پیش کرکے اس کا جواب دیدیا گیا ہے، لیکن بعض پہلو قرآن کریم کے بے مثل ہونے کے ایسے رہ جاتے ہیں، جن کے متعلق سوال کرنے کا بھی کفار کو خیال نہیں آسکتا تھا، اگر ان کا بیان کرنا بھی کفار کے سوالات پر منحصر رکھا جاتا، تو وہ پہلو پوشیدہ ہی رہتے، اس لئے ان پہلوؤں کو قرآن کریم نے خود سوال پیدا کرکے بتا دیا، اور اس طرح قرآن کریم کی تکمیل کے سب پہلوؤں کو روشن کردیا۔ فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ

اب مَیں تفصیل کے ساتھ ایک ایک مطالبہ کو الگ الگ لیکر بتاتا ہوں، کہ کس طرح ان آیات میں قرآن کریم کی مختلف خوبیوں کے مقابلہ کی دعوت دی گئی ہے، اور ہر جگہ کے مناسب حال زیادہ یا کم کلام کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

سب سے بڑا مطالبہ سارے قرآن کی مثل لانے کا ہے، اور یہ سورۂ بنی اسرائیل میں ہے، اس مطالبہ میں یہ شرط نہیں رکھی گئی، کہ جس کلام کو منکر پیش کریں، اُسے خدا تعالیٰ کی طرف بھی منسوب کریں بلکہ جائز ہے، کہ ان کا پیش کردہ کلام مفتریات میں سے نہ ہو، اور ان کا صرف یہ دعوےٰ ہو، کہ گو ہم نے یہ کلام خود بنایا ہے، اور خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں ہے، لیکن یہ کلام قرآنِ کریم کی مثل یا اس سے بڑھکر ہے۔ چونکہ مثل کی حدبندی بھی ضروری تھی، کہ وہ کلام کس امر میں مثل ہو، اس لئے اس کی تشریح بھی خود کردی، اور فرمایا، وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓی اَکْثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوْرًا ۔ اس کلام میں ہر پہلو سے لوگوں کے فائدہ کے لئے ہر اک ضروری دینی امر پر روشنی ڈالی گئی ہے، لیکن پھر بھی بہت سے لوگ اس کے انکار پر مُصِرّ ہیں، یہی چیز ہے جس میں مثل کا مطالبہ کیا گیا ہے، اگر فی الواقع وہ اس کلام کو انسانی کلام سمجھتے ہیں، تو چار خوبیوں والا کلام پیش کریں جو اپنی خوبیوں میں قرآن کریم کے برابر ہو، (۱) اس میں ہر ضروری دینی مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہو،

Digitized by Khilafat Library Rabwah
یعنی اعتقادات، فلسفۂ اعتقادات، صفاتِ باری اور فلسفۂ ظہور صفاتِ باری، علمِ کلام، عبادات، فلسفۂ عبادات، علمِ اخلاق، فلسفۂ اخلاق، معاملات، فلسفۂ معاملات، مدنیت، اقتصادیات، سیاسیات کا جو حصہ مذہب سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا فلسفہ، معاد اور اس کے متعلق تمام امور وغیرہ وغیرہ سب امور ضروریہ پر اس میں روشنی ڈالی گئی ہو (۲) وہ بحث جو ان امور کے متعلق کی گئی ہو، سیر کن ہو، نہ صرف وسعت کے رُو سے احاطہ ہو یعنی سب علوم کے متعلق کچھ نہ کچھ بحث ہو، بلکہ حق کی گہرائی کا بھی احاطہ ہو، اور ہر مسئلہ کے ہر پہلو کو پیش کر کے اس میں ہدایت دی گئی ہو۔ (۳) وہ تمام تعلیم باوجود اپنی وسعت اور باریکی کے مضرت رساں نہ ہو، بلکہ اس میں نفع ہی نفع ہو۔ (۴) اس میں کسی ایک قوم یا طبقہ کے فائدہ کو نظر نہ رکھا گیا ہو، بلکہ تمام بنی نوع انسان کی فطرت کو مدنظر رکھا گیا ہو، اور ہر قسم کی طبیعت اور ہر قسم کے حالات اور ہر درجہ اور ہر فہم کے انسان کے متعلق اس میں ہدایت موجود ہو۔

چونکہ قرآن کریم ابھی مکمل نہ ہوا تھا، اس لئے یہ نہیں فرمایا، کہ تم ابھی اس کی مثل لے آؤ، بلکہ یہ فرمایا ہے، کہ نہ لا سکو گے، یعنی نہ اس کی موجودہ حالت میں، اور نہ اُس وقت جب یہ مکمل طور پر نازل ہو جائے گا، حق یہی ہے کہ قرآن کریم نے ایسے رنگ میں روحانی امور پر بحث کی ہے، کہ اُوپر کے چاروں امور کے مقابلہ میں اس قدر کلام میں بھی کوئی شخص اس کی کوئی مثل نہیں لا سکتا تھا، جو اس وقت تک نازل ہو چکا تھا، اور اس وقت کے لحاظ سے قرآن کہلاتا تھا

اس آیت کے مطالب میں ایک اور امر کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے جس کا بیان کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا، اور وہ یہ کہ اس میں علم الارواح کے ماہرین کو بھی جنہیں انگریزی میں سپرچولسٹ کہتے ہیں مخاطب کیا گیا ہے، اور جنّ سے مراد وہی ارواح ہیں، جن سے تعلق پیدا کر کے روحانیات کی باریکیاں معلوم کرنے کے علم الارواح کے علماء مدعی ہیں، اور بتایا ہے کہ قرآن کریم کی مثل نہ تو انسان خود لا سکتے ہیں، اور نہ پوشیدہ ارواح کی مدد سے لا سکتے ہیں، جن کی مدد کا ان کو دعویٰ ہے۔ اس جگہ جنّ سے مراد وہ جنّات نہیں کہ جو عوام الناس میں مشہور ہیں، کیونکہ ان کی

265
Digitized by Khilafat Library Rabwah

شہنشاہِ طب حکیم الامت مولانا نور الدینؓ خلیفۃ المسیح اوّل کی جان کا تحفہ

مجرّباتِ نُور الدّین اعظمؓ

میاں عبدالوہاب صاحب عمرؓ خلف حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کا عطیہّ

حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ لکھتے ہیں "بھیرہ میں مَیں نے ایک طبیب سے مشورہ کیا۔ کہ مَیں یہاں طب کرنا چاہتا ہوں تو اس نے کہا تم یہاں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ تم مانگو گے نہیں۔ یہاں عطّار اور جرّاح مخالفت کرینگے۔ علماء کی مخالفت اسکے علاوہ ہے۔ مَیں نے توکّل علی اللہ اپنے ایک طالب علم سے کہا کہ یہ سرمہ بناؤ۔

مَیں نے ایک شخص کی آنکھ دیکھکر یہ سرمہ لگا دیا اسکی دیکھا دیکھی ایک اور شخص نے اور سرمہ ہی طلب کیا ہمارے شہر میں آنکھوں کی امراض بکثرت تھیں۔ خداتعالےٰ ہی کے عجائبات ہیں۔ کہ اس تدبیر نے بڑی کامیابی کا منہ دکھایا"

یہ "سرمہ نورِ نظر" جملہ امراضِ چشم میں کافی سے زیادہ سراہا جا چکا ہے۔ ککروں کو زائل کرتا ہے یا ککروں کی وجہ سے آنکھوں میں آشوبِ چشم یا زخم ہو گئے ہوں اور بینائی کم ہوتی جاتی ہو۔ خارش اور کھجلی کے واسطے اکسیر ہے آنکھوں کو ہلکا اور صاف کرتا ہے۔ اس کا دائمی استعمال آنکھوں کو امراض و آفات سے محفوظ رکھتا ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے اپنے نادر اور قیمتی کھرل میں ہفتوں کی محنت سے تیار کیا گیا ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنہ۔

آنکھ کو معدہ سے خاص تعلق ہے اس لئے معدہ کی صحت سے آنکھیں تندرست رہتی ہیں اسلئے اگر معدہ میں نقص ہو تو اس سرمہ کے ساتھ اکسیر معدہ استعمال کریں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے مطب میں یہ دوا اسیر دل استعمال ہوتی تھی۔ خداتعالیٰ کے فضل سے ہزار ہا لوگوں نے اس سے صحت حاصل کی ہے۔ کھانے کے بعد بے چینی۔ متلی۔ قبض یا دست، پیٹ میں نفخ یا درد۔ منہ کا مزہ کسیلا یا بدمزہ۔ غرض جملہ امراضِ امعاء و معدہ میں نہایت ہی اکسیر دوائی ہے۔ قیمت ۳۲ کیپسولٹ دو روپے۔ ملنے کا پتہ:۔

مینجر دواخانہ نور الدین اعظم رضی اللہ عنہ دفتر قاعدہ یسّرنا القرآن۔ قادیان۔ پنجاب

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستر کتابیں

صرف تیس ۳۰ روپے میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستر کتابیں، جو رسالہ "ریویو" کے سائز پر چھ ہزار صفحوں کی ہیں، صرف تیس روپے میں فروخت ہو رہی ہیں، بعض کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:-

- براہین احمدیہ حصہ اول و دوم و سوم و چہارم و پنجم
- آئینہ کمالاتِ اسلام
- جنگِ مقدس
- سرمہ چشمِ آریہ
- ازالہ اوہام مکمل
- شہادۃ القرآن
- نور القرآن ہر دو حصہ
- انجامِ آتھم
- ایام الصلح
- مسیح ہندوستان میں
- تریاق القلوب
- خطبہ الہامیہ
- چشمۂ معرفت
- گورنمنٹ انگریزی و جہاد
- لجۃ النور
- تحفہ گولڑویہ
- اربعین ہر چہار حصہ
- اعجاز المسیح
- نزول المسیح
- کشتی نوح
- اعجاز احمدی
- نسیمِ دعوت
- تذکرۃ الشہادتین
- حقیقۃ الوحی

یہ کتب بیں بالکل نئی ہیں۔ آرڈر کے ہمراہ کم از کم دو روپے پیشگی ارسال فرمائیں۔ اپنا نام مع مکمل پتہ صاف تحریر فرما دیں۔ اگر ریلوے پارسل کے ذریعہ کتابیں منگوانی ہوں، تو ریلوے سٹیشن کا نام بھی تحریر فرمائیں۔ محصول بذمہ خریدار ہوگا۔

ملنے کا پتہ:- مینجر رسالہ ریویو۔ اردو۔ قادیان